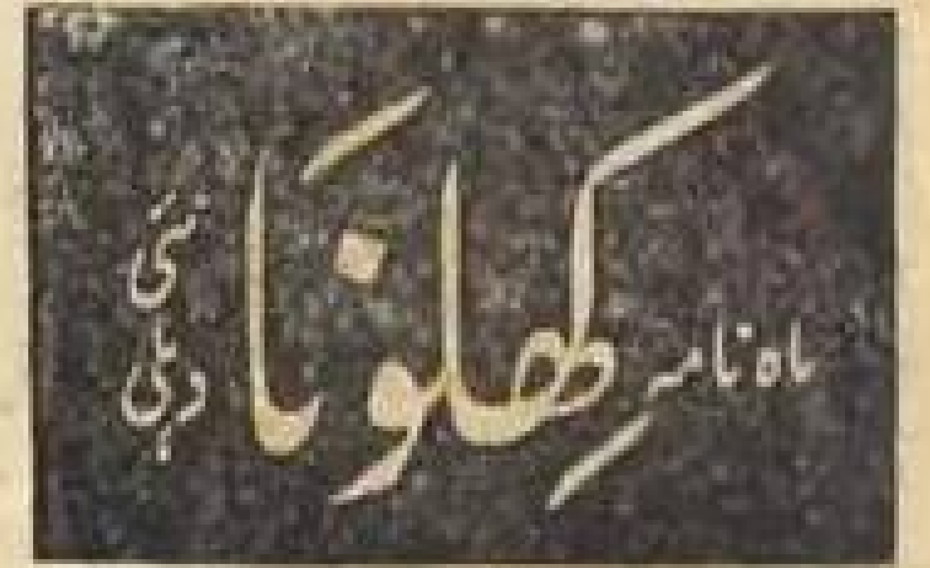


نئی دہلی
کھلونا
اپریل ۱۹۶۴
50

اپریل ۱۹۶۴

۱۹۳ واں پرچہ، سترھواں سال



ایک پرچہ کی قیمت : ۵۰ نئے پیسے

سال بھر کی قیمت ۵ روپے ۵۰ نئے پیسے

نگراں : یوسف دہلوی

مدیر : الیاس دہلوی

مدیرانِ اعزازی : یونس دہلوی

ادریس دہلوی

صدر دفاتر : آصف علی روڈ، اجمیری گیٹ نئی دہلی

تار کا پتہ : کھلونا نئی دہلی

ٹیلی فون : ۲۷۲۰۶۶، ۲۷۲۰۶۷، ۲۷۲۰۶۸

ایجنسی : اُردو بازار جامع مسجد دہلی

ٹیلی فون : ۲۶۱۴۷۰

دیگر دفاتر : بمبئی، کلکتہ، اور مدراس

شمع کے  ادارے سے

طابع و ناشر : محمد یونس دہلوی

مطبوعہ : انڈین پرنٹنگ ورکس نئی دہلی — ٹائٹل ایبل آرٹ پریس، دہلی

الکان : شمع بلڈنگز — مقام اشاعت : آصف علی روڈ، نئی دہلی

اپنی باتیں

کوئی پندرہ دن ہوئے ہمارے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا،
(اگرچہ یہ اتنا دلچسپ تھا کہ ہماری خواہش ہے روز ایسے حادثے پیش آیا کریں)
سورت سے کھلونا پڑھنے والے دو بچے دہلی آئے تو ہم سے بھی ملے۔
دور کے شہروں کے کھلونا بھائیوں بہنوں سے مل کر ہمیں ہمیشہ خوشی ہوتی ہے
(چاہے ان کی عمر کتنی ہی ہو) ہمیں اپنی کمیوں کا پتہ چلتا ہے، بہتری کے لئے مشورے
ملتے ہیں، تعریفوں کے پھول ہاتھ لگتے ہیں، جن سے ہم میں کام کا نیا جوش
پیدا ہوتا ہے۔ سورت کے ان دو بچوں نے ہم سے کہا، "آپ نے سال نامے کے
مقابلوں کے نتیجے بتانے میں اتنے دن کیوں لگا دئے۔ ہمیں تو بڑی
بے چینی ہے کہ یہ دیکھیں ہمیں انعام ملا یا نہیں"۔
مصروفیتوں کا بہانہ کرنے کی بجائے ہم نے سوچا بزرگوں
کی طرح نصیحت کی جائے۔

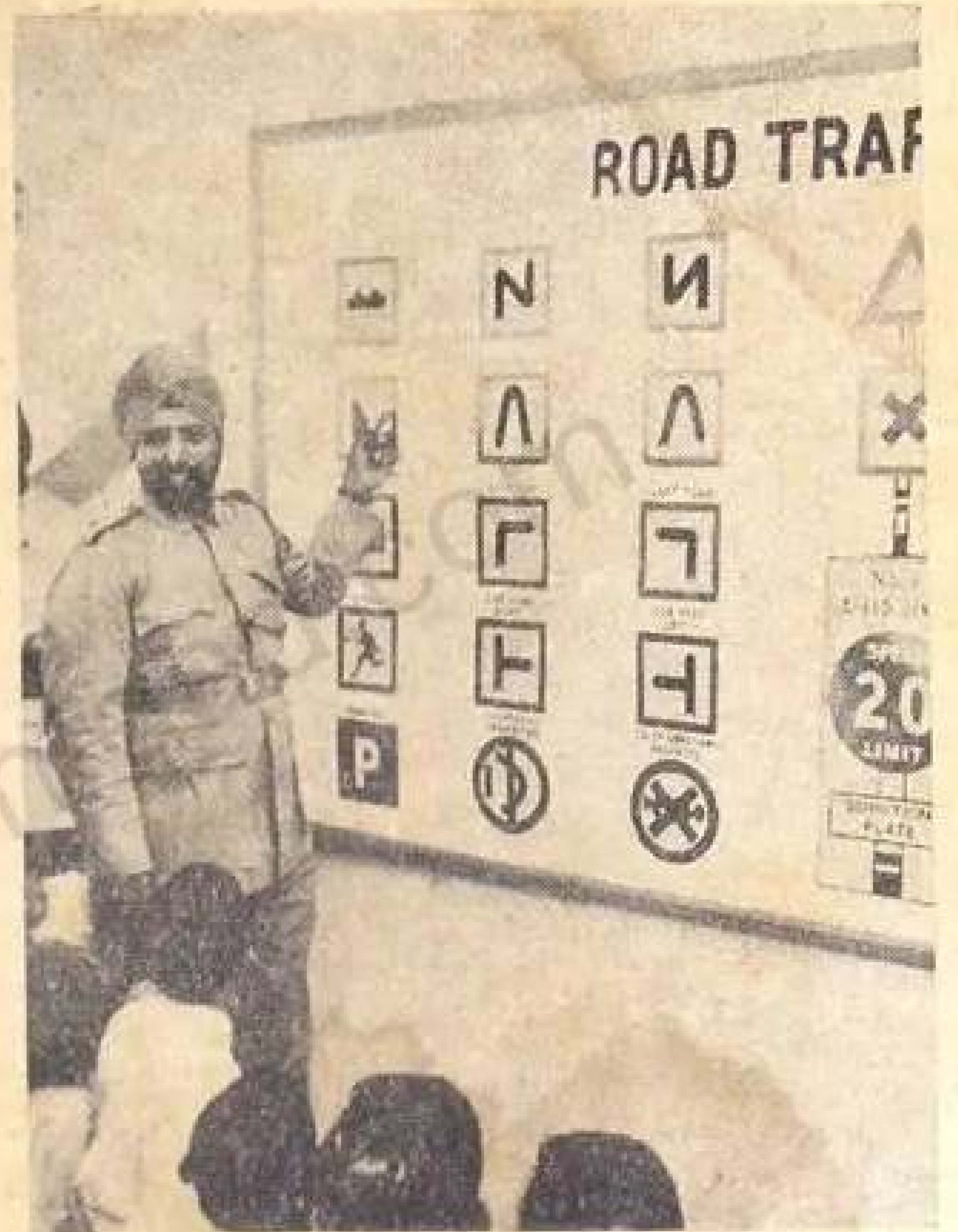
ہم نے کہا، "کام ہمیشہ انعام سے بے نیاز رہ کر کرنا چاہیے۔ عمل خود عمل کا انعام ہے"۔
بچوں نے فوراً کہا، "تو پھر آپ ایسا کیجئے۔ عمل آپ خود کرتے رہئے۔ انعام
آپ ہمیں دے دیجئے ——— اور ابھی!"

ان کی بات سن کر کچھ نہ پوچھو کتنا مزہ آیا۔ ہم نے سارے کام چھوڑ کر
سٹاف کو مقابلوں کی جانچ پر لگا دیا ——— اور نتیجے اسی پرچے میں تمہیں ملیں گے۔
——— اب تو تمہیں، اور سورت کے ان دو بچوں کو، ہم سے شکایت نہیں؟

تمہارا ساتھی،

الیاس دہلوی

ٹریفک کا کھیل



بچوں کی تربیت کھیل کھیل میں ہوتی ہے۔ دو ٹیمیں بنتی ہیں۔ جو ٹیم کم غلطیاں کرتی ہے، وہی جیتتی ہے۔ سب سے پہلے ٹریفک پولیس کا ایک افسر انہیں ٹریفک کی علامتیں سمجھاتا ہے

ہمارے ایک دوست کی امی کار چلا رہی تھیں۔ چوراہے پر لال بتی دیکھ کر انہوں نے گاڑی روک دی۔ بتی ہری ہوئی لیکن انہوں نے گاڑی آگے نہ بڑھائی اور اپنی سہیلی سے باتیں کرتی رہیں۔ پھر بتی لال ہوئی، کچھ دیر بعد پیلی اور پھر ہری لیکن ان کی گاڑی نہ سرکی۔ جب کئی بار ایسا ہوا تو ٹریفک کے سپاہی نے ان کے قریب آکر پوچھا "کیا آپ کو ان میں سے کوئی رنگ بھی پسند نہیں آیا؟"

ٹریفک کے قاعدوں کو نہ جاننا یا ان پر عمل نہ کرنا، ان خاتون ہی کو نہیں آتا، اس معاملے میں اور بھی ان کے ساتھی ہیں، جس کی وجہ سے آئے دن بڑے شہروں میں خاص طور سے، حادثے ہوتے رہتے ہیں۔



یہ ہمائی دہلی کا ٹریفک پارک جو برما شیل نے نئی دہلی کی میونسپل کمیٹی کو پیش کیا ہے۔ ایک بھیڑ بھاڑ والے بڑے شہر میں سڑکوں پر ٹریفک کی جو مشکلیں سامنے آتی ہیں، وہ سب چھوٹے پیمانے پر یہاں موجود ہیں



سڑک پر انہیں ہاتھ سے اشارہ کرنے کی ضرورت بتائی جاتی ہے، اگر مڑنا ہو، پیچھے آنے والے سے آگے نکلنے کے لئے کہنا ہو تو ہاتھ کی زبان ہی کام آتی ہے

برما شیل تیل اور پٹرول کی ایک بڑی کمپنی ہے۔ سڑکوں کو محفوظ بنانے کے لئے اس نے ایک نئی ترکیب نکالی ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ آج کے بچے ہی کل کے بڑے ہوں گے۔ اگر انہیں ٹریفک کی تربیت ابھی سے اچھی طرح ملے تو یہ ان کے مزاج میں رچ بس جائے گی۔ بڑے ہو کر وہ احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ سڑک کے قاعدوں کا احترام کریں گے —— اور پھر حادثوں کی گنتی خود بخود گھٹتی جائے گی۔ اس مقصد کے لئے اس نے دہلی، بمبئی، کلکتہ اور مدراس میں بچوں کو ٹریفک کے قاعدے سکھانے کے لئے ٹریفک کی تربیت کے پارک بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

بشکریہ کھلونا نئی دہلی اپریل ۱۹۶۳



قاعدے قانون جان کر دونوں ٹیمیں
اپنی اپنی سواریاں
سنبھال کر عمل کے میدان
میں اُتر آئیں



پارک میں موٹر بھی ہیں، جزیرے
بھی، ٹریفک کا سپاہی بھی ہے اور ٹریفک کی
علامتیں بھی۔
سڑک استعمال کرنے والوں کو سب کا
خیال رکھنا ہے

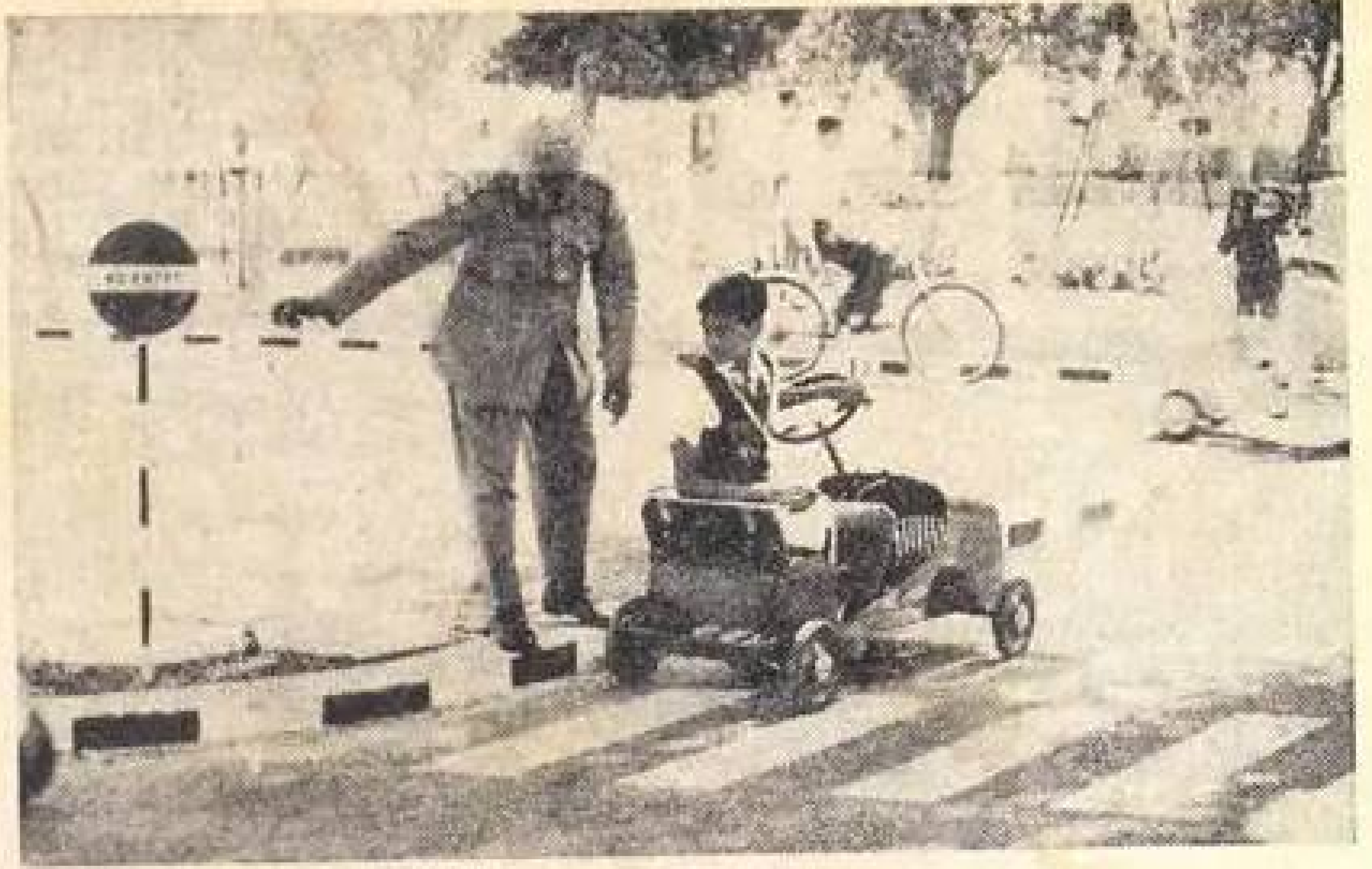


یہ صاحب غلطی کر بیٹھے
اس لئے چالان ہو گیا



تیز رفتاری دکھا کر آگے کی گاڑی سے بڑھنے کی
کوشش ٹھیک نہیں۔ اس بچے نے اس کوشش میں اپنی
گاڑی آگے کی گاڑی سے ٹکرا دی۔
کسی جگہ ذرا دیر سے پہنچنا وہاں کبھی نہ پہنچنے
سے بہتر ہے

"آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ
"داخل نہ ہوں" کا بورڈ لگا ہوا ہے؟"
ٹریفک افسر نے کہا۔





ہوشیار ڈرائیور ایسا ہی ہوتا ہے۔
وہ "اسٹاپ" کی لائن کو پار نہیں کرتا اور
پیچھے آنے والوں کی
رہنمائی کے لئے ہاتھ سے اشارہ
بھی کرتا ہے



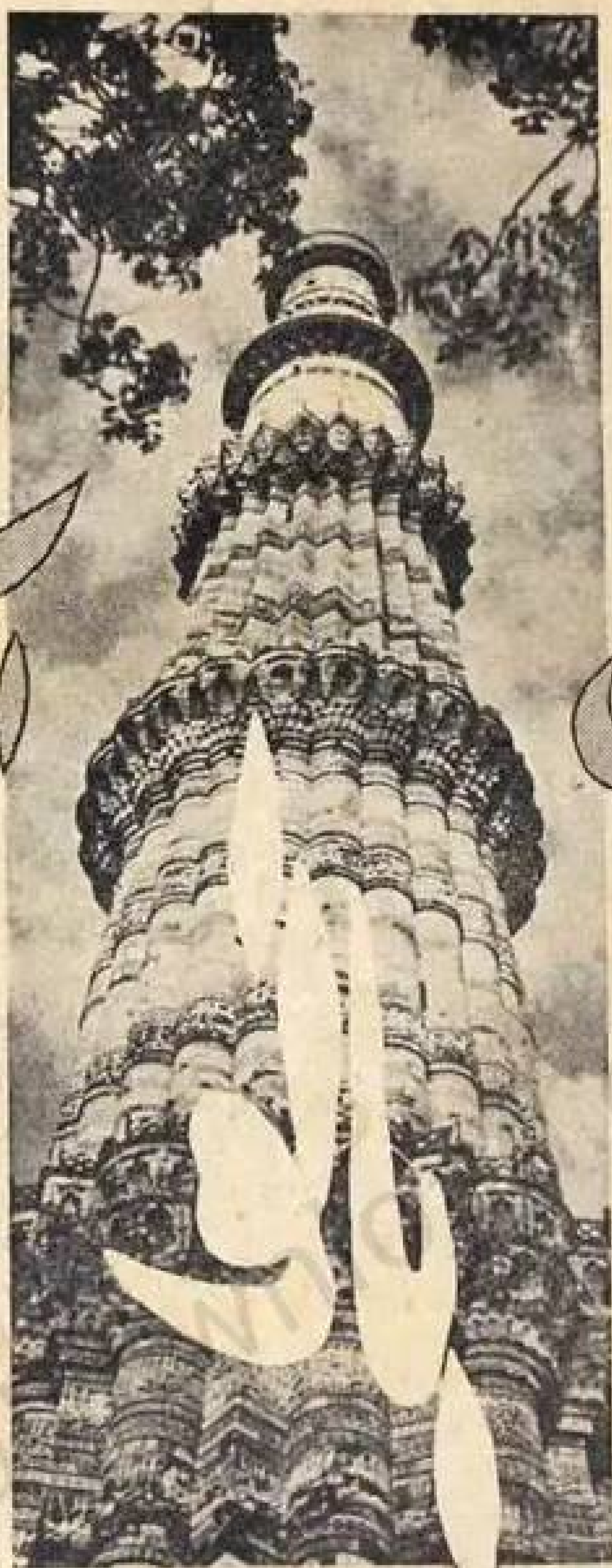
سڑک صرف اُس وقت پار کرنی چاہئے
جب "رُک جاؤ" کی علامت ہو



ان صاحب نے اتنی غلطیاں کیں کہ ان کی جگہ دوسرے کو
سائیکل دے دی گئی

اور یوں ہی کھیل چلتا رہا۔ ٹریفک کے سپاہی نے دونوں ٹیموں پر نظر رکھی۔ بچے کھیل ہی کھیل میں ٹریفک کی ساری باتیں سیکھ گئے۔ جب یہ بڑے ہوں گے تو آج کے بڑوں کی نسبت سڑک کے قاعدوں کا زیادہ احترام کریں گے، اور پھر جب ننھی اپنی ممی سے کہے گی "آج پاپا ابھی تک نہیں آئے" تو ممی کے دل میں یہ شک سر نہیں اُبھارے گا کہ وہ کسی غیر ذمہ دار گاڑی چلانے والے کی بے پروائی کی بدولت ہاتھ پاؤں تڑوا کر گھر کی جگہ ہسپتال پہنچ گئے ہوں گے۔ ●●

قطب مینار ہندوستان کی ایک اونچی عمارت ہے



کا خاص نمبر بھی ادب اور آرٹ کا اونچا معیار پیش کرتا ہے

بہار کی طرح دل کش اور رنگارنگ، کھلی سنہری دھوپ کی طرح افادیت سے بھرپور، بانو کا خاص نمبر، جو مئی میں شائع ہو رہا ہے۔ آپ کی گھریلو زندگی کو نکھرا ستھرا حسین، صحت مند روپ عطا کرے گا۔ ہندوستان اور پاکستان کے سرکردہ ادیب اور شاعر اسے دل چسپی اور افادیت کا سنگم بنا رہے ہیں۔ آج ہی سات روپے ساٹھ نئے پیسے منی آرڈر سے بھیج کر سالانہ خریداری قبول کیجئے، تاکہ ڈھائی روپے قیمت کا یہ ضخیم خاص نمبر آپ رجسٹری سے مفت حاصل کر سکیں، اس کے علاوہ گیارہ عام شمارے بھی آپ کو ملتے رہیں گے۔

ماہ نامہ بانو، آصف علی روڈ، نئی دہلی نمبر ۱

ہماری البم



شاہد محمود، مالیگاؤں



محمد ارشد، مومن پورہ



نکہت ناظری، گریڈیہہ



شمیمہ بہار، دہلی



بے بی افشاں تبسم، جمشید پور



گلزار، کراچی



گوہر سلطان، دہلی



محمد عاشق ملک، ہزاری باغ



محمد عاشق ملک سلادی، ہزاری باغ



محمود میاں، سارن



محمد مظہر الدین آزاد، حیدرآباد دکن



سیما سعید، علی گڑھ



ایم۔ فخر الدین، ہنگی



بے بی شمع، پٹنہ ۱



شہلا نزگین، جلپائی گوڑی



گم نام شہزادہ



عاصم علی، بریلی



نعیمہ خاتون جھاجھری



اشتیاق حسین



منٹو ساہنی، فیروز آباد



چاند بی بی، دہلی



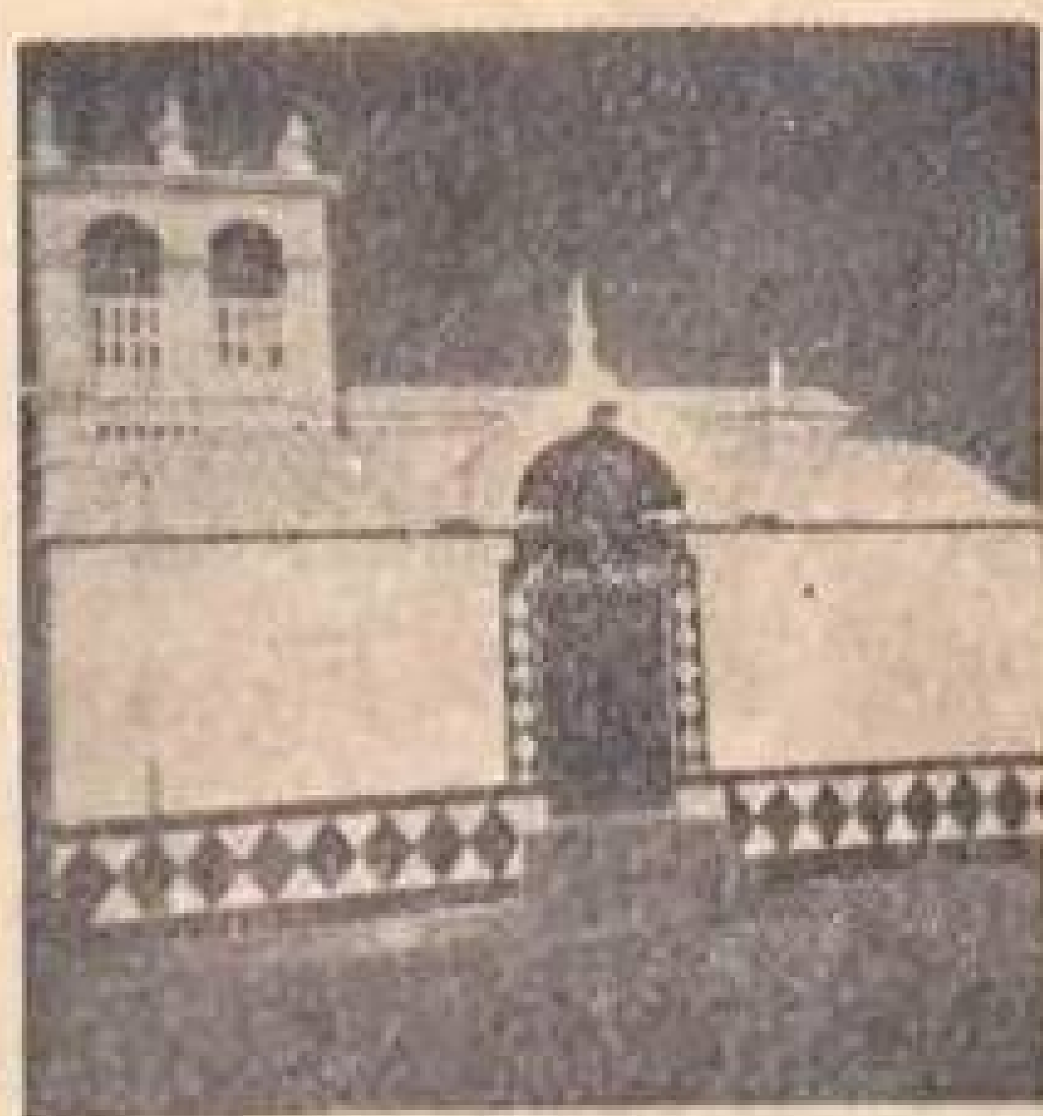
مہدی اشرف بلگرامی، حیدر آباد



گم نام شہزادہ



ایم۔ جی۔ ربّانی، آسنسول



امتیاز خاں، کٹک



ایم۔ جی۔ ربّانی آسنسول







واقف مرادآبادی

ہنستا۔ گاتا۔ اور رجھاتا
میٹھی۔ میٹھی۔ تان لگاتا

دبلا۔ پتلا۔ لمبا۔ کالا
آیا ایک کھلونے والا

آؤ بچّو! آئی دِوالی
لائی کھلونے بھر کر تھالی

مینا۔ طوطا۔ کُتّا۔ بندر
گوجری۔ گوالا۔ بھیل۔ قلندر

اونٹ۔ گدھا اور بکری خچّر
باگھ۔ بگھیرا۔ مور اور تیتر

دھوبی۔ دھوبن۔ گنگو تیلی
موٹر۔ چھکڑا۔ رتھ اور ریلی

چھانٹو کھلونے سب من مانے
لے لو بچّو! دو دو آنے

سُن کر فرحت دوڑی آئی
ساتھ ہی اس کے بچّن بھائی

چیخے۔ لائیے جلدی پیسے
ہم بھی ہنس کر بولے کیسے؟

دونوں ضدی، دونوں ڈھیٹ
ہم کو در تک لائے گھسیٹ

کر کے سودا۔ اونے پونے
دونوں کو دلوائے کھلونے

دن بھر۔ دونوں مل کر کھیلے
شام تلک پیسوں کے دھیلے

تھوڑے بچے اور باقی پھوٹے
ٹانگیں الگ اور بازو ٹوٹے

ہم نے ان کو پاس بلایا
پیار سے دونوں کو سمجھایا

آئے بھلا کِس کام کھلونے
رہ گئے ٹوٹ کے اَدھے پونے

ایک کھلونا ہم لائے ہیں
جس کے سب گن من بھائے ہیں

کھیلتا ہنستا۔ بولتا۔ گاتا
بچّوں۔ بوڑھوں سب کو رجھاتا

اچھی اچھی باتیں بتائے
مزے مزے کے قصّے سنائے

اس کا سبق سب کا من بھاتا
بچّوں کو تہذیب سکھاتا

دیش دیش کی کہے کہانی
اس کی بولی سیکھو زبانی

بچّوں کی یہ عقل بڑھائے
دُنیا بھر کی سیر کرائے

اس کو پڑھو اور اس سے کھیلو
اگلے مہینے تازہ لے لو





پیارے بچو!

اپنی پسند کی اچھی اچھی کتابیں پڑھو اور آگے بڑھو

ایران کی شہزادی	عادل رشید	پینتیس نئے پیسے
اندھا شہزادہ	سعید لدھیانوی	پینتیس نئے پیسے
اڑتا پہاڑ	عشرت رحمانی	چوالیس نئے پیسے
انوکھا مقدمہ	رازداں ایم اے	چوالیس نئے پیسے
آخری خواہش	عادل رشید	پینتیس نئے پیسے
آخری شرارت	سراج انور	پینتیس نئے پیسے
اندھا جادوگر	مسعود جہاں	پینتیس نئے پیسے
بے وقوفوں کی کہانیاں	کرشن چندر	پینتیس نئے پیسے
بادشاہ کا انعام	ادریس دہلوی	پینتیس نئے پیسے
بے وقوف بادشاہ	سعید الدین پراچہ	پینتیس نئے پیسے
بندروں کا تھیٹر	سیفی سیوہاروی خدیجہ سیفی	چالیس نئے پیسے
برف کا آدمی	مسعود جہاں	پینتیس نئے پیسے
بونوں کی دنیا	سعید لدھیانوی	پینتیس نئے پیسے
بھوتوں کا خزانہ	سراج انور	پینسٹھ نئے پیسے
بڑھا بھوت	عشرت رحمانی	چالیس نئے پیسے
پاگل ڈاکٹر	افتخار احمد اقبال	پینتیس نئے پیسے
پرستان کی شہزادی	راجہ مہدی علی خاں	پینتیس نئے پیسے
پری کا تحفہ	راجہ مہدی علی خاں	چوالیس نئے پیسے
تین ہیرے	سلام مچھلی شہری	چوالیس نئے پیسے
تیسری آنکھ	شوکت تھانوی	پینتیس نئے پیسے
جادو کا گلاب	زکی انور	پینتالیس نئے پیسے
جادو کا ہار	عادل رشید	چالیس نئے پیسے

جادو کا دروازہ	سراج انور	پچاس نئے پیسے
چڑیا گھر	پرکاش پنڈت	چوالیس نئے پیسے
چوہوں کی حکومت	عادل رشید	چالیس نئے پیسے
چاند کی چوری	پرکاش پنڈت	پینتیس نئے پیسے
چین کی شہزادی	عادل رشید	پینتیس نئے پیسے
چوری کا ہار	اظہر افسر	پینتیس نئے پیسے
چاند کی دلہن	لطفی رضوانی	چالیس نئے پیسے
چینی بلبل	نریش کمار شاد	پینتیس نئے پیسے
چاند کی سیر	پرکاش پنڈت	پینتیس نئے پیسے
چار بہنیں	سیفی سیوہاروی خدیجہ سیفی	پینتالیس نئے پیسے
چور شہزادی	سیفی سیوہاروی خدیجہ سیفی	پینتیس نئے پیسے
چندا ماموں	سعید الدین پراچہ	پینتیس نئے پیسے
خونی دروازہ	افتخار احمد اقبال	پینتیس نئے پیسے
خون کا دریا	سراج انور	چالیس نئے پیسے
خونی ڈاکو	عادل رشید	چوالیس نئے پیسے
دو کام چور	سیفی سیوہاروی خدیجہ سیفی	پینتیس نئے پیسے
سونے کی بکری	راجہ مہدی علی خاں	چالیس نئے پیسے
سونے کا سیب	کرشن چندر	چالیس نئے پیسے
سمندر کی شہزادی	نریش کمار شاد	چوالیس نئے پیسے
سرکس کے کھیل	پرکاش پنڈت	چوالیس نئے پیسے
سونے کی صندوقچی	کرشن چندر	پینتالیس نئے پیسے
شاہی نجومی	راجہ مہدی علی خاں	چالیس نئے پیسے

شیطان کا تحفہ	کرشن چندر	پینتیس نئے پیسے
شیر کی بیٹی	داستان گو	چوالیس نئے پیسے
شہزادے کو پھانسی	وحشی مارہروی	پینتالیس نئے پیسے
شریر لڑکا	سیفی سیوہاروی خدیجہ سیفی	پچپن نئے پیسے
غریب شہزادی	مسعود جہاں	پینتیس نئے پیسے
کامیابی کی راہیں	حامد اللہ افسر (حصہ اول دوم)	ایک روپیہ
کالا چور	اظہر افسر	پینتیس نئے پیسے
کالا مونہہ	شوکت تھانوی	چالیس نئے پیسے
گمیسٹا کی بھتنا شاہی	سیفی سیوہاروی	پینسٹھ نئے پیسے
گم شدہ خزانہ	سیفی سیوہاروی اکبر سیفی	پینتیس نئے پیسے
لنگڑی کتاب	راجہ مہدی علی خاں	پینتیس نئے پیسے
موٹر نمبر ۸۶	راجہ مہدی علی خاں	چالیس نئے پیسے
ماڑے کے کارنامے	عشرت رحمانی	پینسٹھ نئے پیسے
نیلی کھوپڑی	تحکیل الرحمان	پینتیس نئے پیسے
نرالا جانور	پرکاش پنڈت	اکتالیس نئے پیسے
نیلی جادوگرنی	راجہ مہدی علی خاں	پینتیس نئے پیسے
ہلال کی کہانیاں	عشرت رحمانی	پینتیس نئے پیسے
ہیروں کا سوداگر	عشرت رحمانی	چالیس نئے پیسے
جادو کی بنسری	امین شرقپوری	پینتالیس نئے پیسے
خوفناک جزیرہ	سراج انور	پانچ روپے
ستاروں کے قیدی	ظفر پیامی	دو روپے
چڑیوں کی الف لیلیٰ (مکمل چار حصے)	کرشن چندر	تین روپے

کھلونا بک ڈپو — آصف علی روڈ — اجمیری گیٹ — نئی دہلی



ندی کے چراغ

ابرار محسن

ہزار برس پہلے کا ہندوستان آج کے ہندوستان سے بالکل مختلف تھا۔ آج کے زمانے میں سارے ملک میں سڑکوں اور ریل کا ایک جال سا بچھا ہوا ہے۔ بڑے بڑے دریا جن کو پار کرنا اُس زمانے میں نہایت ہی دشوار بات تھی آج کل ان کے اوپر سے ریل گاڑیاں دندناتی ہوئی گزر جاتی ہیں۔ نہ صرف زمین بلکہ آسمان پر بھی انسان اِدھر اُدھر اڑتا پھرتا ہے۔ لیکن پرانے زمانے میں ملک میں ہر طرف گھنے جنگل تھے جن میں جنگلی درندے دہاڑتے پھرتے تھے۔ اکثر جنگل ایسے تھے جن میں انسان کا گزر قطعی ناممکن تھا۔ ضرورت کے وقت مجبور ہو کر لوگ قافلوں کی شکل میں جنگلوں میں سے گزرتے تھے پھر بھی جنگل میں چھپے ہوئے ڈاکو اور لٹیرے ان قافلے والوں کو لوٹ کر قتل کر دیتے تھے۔ اس پرانے ہندوستان کی بہت سی کہانیاں ہیں آؤ تمہیں بھی ایک کہانی سنائیں۔

جھال ندی کے کنارے ایک گاؤں بسا ہوا تھا۔ یہ گاؤں بہت ہی چھوٹا تھا اور اس میں مشکل سے چار سو آدمی رہتے تھے۔ جھال ندی کوئی بڑی ندی نہ تھی۔ صبح سویرے گاؤں کے لڑکے اپنے مویشیوں کو لے کر



ننھے فوٹو گرافر

ندی کے گھٹنوں گھٹنوں پانی میں سے گزر کر دوسرے کنارے پر جاکر مویشیوں کو تو چرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور خود کھیل کود میں لگ جاتے۔ لیکن برسات شروع ہوتے ہی چھال ندی گویا سمندر کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ ہر سال باڑھ آتی اور ندی کا دوسرا کنارہ مشکل ہی سے دکھائی دیتا تھا۔ ندی کا پانی جو کہ گاؤں کے قریب سے دھیرے دھیرے گزرتا تھا برسات میں اس قدر غضب ناک ہو جاتا کہ جو چیز بھی سامنے آتی اس کو ساتھ بہا کر لے جاتا اور تب گاؤں کا کوئی شخص بھی ندی کے پار جانے کی ہمت نہ کرتا۔ لڑکے بھی جانوروں کو اِدھر ہی چراتے تھے لیکن ایک عجیب بات تھی۔ آج تک نہ تو گاؤں کا کوئی آدمی ہی ندی میں ڈوبا تھا اور نہ ہی ندی کی باڑھ نے گاؤں کی زمین کو کوئی نقصان پہنچایا تھا۔ وجہ کچھ بھی رہی ہو مگر گاؤں والے یہی سمجھتے تھے کہ ندی ان پر مہربان ہے۔ واقعی ندی گاؤں والوں کے لئے ایک نعمت تھی۔ وہ ندی کا تازہ اور میٹھا پانی خود پیتے اور اپنے مویشیوں کو پلاتے اور کھیتوں کو سیراب کرتے تھے۔

اگر ندی نہ ہوتی تو گاؤں والے پیاسے مر جاتے۔ ندی ان پر مہربان تھی اور گاؤں والے بھی ندی کو خوش رکھنے کے لئے ہر سال ندی کنارے ایک میلہ لگاتے تھے۔ میلے میں بہت سے لوگ آتے تھے۔ دن بھر خوب رونق رہتی اور رات کے وقت لوگ مٹی کے چراغ جلا کر ندی میں چھوڑ دیتے۔ ندی میں سیکڑوں چراغ اس طرح جگمگاتے جیسے آسمان میں تارے۔

ندی کے اس پار ایک بہت بڑا جنگل تھا جو ندی کے کنارے کنارے میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ جنگل بڑا ہی بھیانک تھا۔ شیر، چیتے، ہاتھی اور تمام قسم کے جنگلی جانوروں کی کثرت تھی۔ اس جنگل میں سے اکثر گاؤں والے جلانے کے لئے لکڑی کاٹ کر لایا کرتے تھے۔ لیکن جنگل میں زیادہ اندر جانے کی ہمت کوئی بھی نہ کرتا تھا۔ کچھ دنوں سے اس جنگل میں جگّو ڈاکو مع اپنے زبردست گروہ کے آبسا تھا۔ جگّو بڑا ہی ظالم اور طاقت ور تھا۔ اس نے بہت سے قتل کئے تھے اور نہ جانے کتنے قافلوں کو لوٹا تھا۔ دور دور تک لوگ اس کا نام سُن کر ہی کانپ جاتے تھے۔ لیکن جگّو نے ابھی تک چھال کے اس طرف کوئی ڈاکہ نہیں ڈالا تھا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ جب جگّو اس جنگل میں آیا تو برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا اور ندی میں باڑھ آئی ہوئی تھی اس لئے ندی پار کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ادھر گاؤں کے لوگ بہت پریشان تھے۔ انہوں نے جگّو کے کارنامے سن رکھے تھے اور انہیں یقین تھا کہ برسات ختم ہوتے ہی جگّو اس گاؤں کا رُخ کرے گا۔

ایک دن گاؤں کے مکھیا کے گھر بارات آئی۔ جگّو کو اپنے کسی آدمی کے ذریعے پتہ لگا کہ مکھیا ہزاروں کا جہیز دے رہا ہے۔ چنانچہ رات کے وقت جب کہ آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور طوفانی ہوا چل رہی تھی جگّو اپنے گروہ کے ساتھ ایک بڑی سی کشتی میں ندی پار کر کے گاؤں میں آدھمکا اور مکھیا کے مکان پر دھاوا بول دیا۔ گاؤں والوں نے ڈٹ کر لاٹھیوں سے مقابلہ کیا مگر کہاں بھولے بھالے گاؤں والے اور کہاں وہ ڈاکو۔ گاؤں والوں کی ایک نہ چلی اور جگّو تمام سامان سمیٹ کر واپس ہوا۔ اس لڑائی میں تین آدمی

مر گئے اور پندرہ سخت زخمی ہوئے۔ جگّو اور اس کے ساتھی مشعلیں جلائے ہوئے ندی کی طرف بڑھے۔ کشتی تیار تھی تمام ڈاکو اس میں بیٹھ گئے اور کشتی روانہ ہوئی۔ گاؤں والے دور کھڑے دیکھ رہے تھے۔ ندی میں پانی کا بڑا شور تھا اور ملاح پوری طاقت سے کشتی کو آگے بڑھا رہے تھے۔ کشتی اندھیرے میں گم ہو گئی۔ گاؤں والے اب ندی کے کنارے پر آ گئے اچانک ندی کے بیچ سے بہت سی چیخیں سنائی دیں۔ گاؤں والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کشتی کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر اندھیرے میں کچھ نظر نہ آیا۔ آوازیں برابر آ رہی تھیں " ارے کشتی کو کسی نے روک لیا ہے۔ کون ہے جلدی بولو ورنہ مزہ چکھا دیں گے۔ جگّو کی کشتی کو روکنے کی کس نے ہمت کی ہے ؟"

گاؤں کے لوگ حیران تھے کہ بیچ دریا میں کشتی کو کون روک سکتا ہے۔ اچانک سیکڑوں چراغ دریا کی سطح پر تیرتے ہوئے نظر آئے۔ ان چراغوں نے کشتی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ملاح ہزار کوشش کر رہے تھے لیکن کشتی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرتی تھی۔ تمام ڈاکو بری طرح چلّا رہے تھے۔ ندی کے بہاؤ کا زور ہر لمحہ بڑھ رہا تھا۔ بارش بھی اور زیادہ تیز ہو گئی۔ گاؤں والوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ گھروں کو لوٹ آئے۔

صبح سویرے ہی سب گاؤں والے کشتی کا انجام دیکھنے کے لئے ندی کے کنارے جمع ہو گئے لیکن انہیں یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہی کشتی کنارے پر لگی ہوئی تھی اور لوٹا ہوا سارا سامان کشتی کے اندر موجود تھا لیکن ڈاکو ایک بھی نہ تھا۔ شاید ڈاکوؤں نے گھبرا کر ندی میں چھلانگ لگا دی ہوگی اور ندی میں ڈوب گئے ہوں گے۔ غرض کہ اس دن سے جگّو کا نام پھر کبھی نہ سنا گیا۔

اس واقعے کے بعد بھی اس جنگل میں ڈاکوؤں کے بہت سے گروہ آ کر رہے لیکن کسی نے کبھی اس گاؤں کا رخ نہ کیا۔ وہ سب ندی سے ڈرتے تھے کیوں کہ ندی گاؤں والوں کی دوست تھی۔



شیخ چلّی کی سوانح عُمری ـــــ نئے انداز میں

کون ہے جو شیخ چلی کو نہیں جانتا ہے ان کی زندگی بھی ہر بے لئے ایک سبق ہے۔ کافی چھان بین کے ساتھ ان کی پوری سوانح حیات بیس کہانیوں کی شکل میں ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کہانیاں سبق آموز ہونے کے ساتھ ساتھ دل چسپ بھی ہیں۔ قصّہ پہلی کہانی سے شروع ہوتا ہے اور بیسویں کہانی پر ختم ہوتا ہے۔ تمام کہانیاں ایک خوب صورت ڈبّے میں پیک ہیں۔ ہر کہانی کی قیمت بیس نئے پیسے ہے علیحدہ کوئی کتاب نہ دی جائے گی اس لئے پورا سیٹ منگائیں۔ قیمت کامل چار روپے۔ اگر آپ اپنے دوست کو تحفہ دینا چاہتے ہیں تو یہ سیٹ ضرور پیش کریں۔

۱۔ چالاک فقیر ۲۔ بڑھیا نے کھیر پکائی ۳۔ بے وقوف شہزادی
۴۔ بے رحم شہزادی ۵۔ گونگی شہزادی ۶۔ چور کے گھر چوری
۷۔ گھر کا بھیدی ۸۔ جھوٹ کی سزا ۹۔ خدا کا انعام
۱۰۔ ہوائی قلعہ ۱۱۔ اندھی لڑکی ۱۲۔ وفادار نوکر
۱۳۔ سنگھا دیو ۱۴۔ کان کٹا قاضی ۱۵۔ عقل مند بھکاری
۱۶۔ شیخ چلی پٹ گئے ۱۷۔ شیخ چلی کی دعوت ۱۸۔ شیخ چلی اور ایلچی
۱۹۔ لالچ کا نتیجہ ۲۰۔ شہر سے دُور

مُنّی کا تحفہ

نیّر صاحب کی نئی کتاب جو آپ نے خاص طور پر لڑکیوں کے لئے لکھی ہے۔ یہ تعلیمی بھی اور تفریحی بھی۔ اخلاقی اور ذہنی نشو و نما کا خیال شروع سے آخر تک رکھا گیا ہے۔ غرض اُردو زبان میں لڑکیوں کے لئے یہ ایسی مفید اور دل چسپ کتاب ہے کہ اس کا کوئی نمونہ موجود نہیں۔ ضخامت ۹۶ صفحات: ٹائٹل رنگین۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت ایک روپیہ

ہماری نعت

نیّر صاحب نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی ولولہ انگیز اور وجد آفریں نظمیں لکھی ہیں۔ جو عام مذہبی جلسوں اور محفلِ میلاد میں خاص طور پر کام آ سکتی ہیں۔

قیمت: ۳۰ نئے پیسے

کھلونا بک ڈپو۔ آصف علی روڈ۔ نئی دہلی نمبر ۱

بچّوں اور اُستادوں کے لئے عبد الغفار صاحب مدہولی کی کتابیں

بچّوں کے لئے

۱۔ کیمپ فائر کی نقلیں (دو حصوں میں)

اس کتاب میں نقلیں کرنے کے طریقہ کے علاوہ طرح طرح کی ہنسنے ہنسانے والی نقلیں۔ گیت وغیرہ درج ہیں یہ کتاب بچّوں کے پڑھنے اور نقلیں کرنے کے لئے لکھی گئی ہے ہر ایک حصّے کی قیمت ۷۵ نئے پیسے

۲۔ چور لڑکا (ڈراما) ایک بچّے کی چوری کی لت کیسے چھڑائی گئی قیمت ۵۰ نئے پیسے

۳۔ جھوٹا لڑکا (ڈراما) بچّے جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔ قیمت ۲۵ نئے پیسے

۴۔ غیر ذمّہ دار لڑکا (ڈراما) بچّے ذمہ دار ہوتے ہیں یا غیر ذمّہ دار۔ قیمت ۵۰ نئے پیسے

اُستادوں کے لئے

۱۔ کھیل کے ذریعے تعلیم (حصّہ اوّل)

اس میں پہلی جماعت میں حساب اور زبان سکھانے کے کھیل درج ہیں۔

قیمت ۲ روپے

۲۔ کھیل کے ذریعے تعلیم (حصّہ دوم)

اس میں دوسری اور تیسری جماعت کے لئے حساب اور زبان سکھانے کے کھیل درج ہیں۔

قیمت ۱ روپیہ

اُردو املا کا آسان طریقہ اور آسان اُردو سکھانے کا طریقہ

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عبد الغفار صاحب مدہولی نے آسان طریقہ سے املا اور آسان اُردو سکھانے کے طریقہ پر اپنا تجربہ بیان کیا ہے اور نمونے کے طور پر شاگردوں کا کام بھی درج کیا ہے۔ قیمت ۷۵ نئے پیسے۔

(نوٹ) کیمپ فائر کی نقلیں، چور لڑکا اور کھیل کے ذریعے تعلیم اردو کے علاوہ یہ کتابیں ہندی میں بھی اسی قیمت پر ملتی ہیں



نواب سعادت کے علاقوں کی چوحدی کا علم ان کے ضلع دار کو رہا ہو تو ہو، خود نواب سعادت کو پتہ نہ تھا کہ وہ کتنے گاؤں کے مالک ہیں اور ان کے تال اور باغات کی تعداد کیا ہے اور وہ کہاں کہاں ہیں، وہ تو بس اتنا جانتے تھے کہ ان کی زمیں داری سے آمدنی کا ماہوار اوسط کیا ہے ـــــ!

اتنے بڑے علاقے کی دیکھ بھال اور اس کے انتظام کے لئے بہت سے ملازمین، منشی، امین، کلرک اور اکاؤنٹنٹ تھے جو مہینے بھر بڑی ایمان داری سے اپنے اپنے فرض انجام دیتے۔ نواب سعادت چین کی بنسی بجاتے اور عیش کرتے۔ اپنے ذاتی معاملات میں، مدد کے لئے وہ اپنے پرائیویٹ سکریٹری کے محتاج تھے کیوں کہ بدقسمتی سے وہ علم کی دولت سے محروم تھے۔ اس کی کئی ایک وجہیں تھیں، پہلی یہ کہ وہ بچپن ہی سے ماں کے سائے سے محروم ہو گئے تھے، دوسری یہ کہ بچپن سے جوانی تک مختلف مہلک بیماریاں آ آ کے ان کے مزاج پوچھتی رہیں، جس کی وجہ سے ان کی دماغی نشوونما بھی نہ ہو سکی تھی اور تیسری یہ کہ اس زمانے میں ایک نواب زادے کا لکھا پڑھا ہونا اتنا ضروری بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ خود سے متعلق لکھنے پڑھنے کا کام

انہیں اپنے پرائیویٹ سکریٹری سے لینا پڑتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ نواب کے سکریٹری نے خود کو کسی روز نواب سعادت سے کم نہ جانا تھا —— سکریٹری کی یہ مغروریت کسی اور کو پسند رہی ہو یا نہ ہو مگر قاضی مختار حسن کے لئے یہ گویا ایک دیمک تھی جو اُن کے ذہن کو چاٹ رہی تھی ۔ چاٹتے جا رہی تھی ۔ انہوں نے کئی بار چاہا کہ سکریٹری کی شکایت کسی اور طرح نواب سے کریں مگر ہمت نہ ہوئی کہ کہیں نواب اس کا برا نہ منائیں ۔ وہ نواب کے بچپن کے دوست تھے اور ان کے مزاج سے پوری طرح واقف تھے ۔ نواب بھی قاضی مختار حسن کی عزت کرتے اور ان سے ایک دن کی جدائی پسند نہ کرتے ۔ قاضی مختار حسن بھی نمک کا حق ادا کرتے اور نواب کو خوش کرنے اور ان کی دل جوئی میں پیش پیش رہتے اور یہی وجہ تھی کہ نواب کے سارے ملازمین ان کی عزت کرتے اور ڈرتے ، کیوں کہ قاضی مختار حسن کو خفا کرنا گویا نواب سے دشمنی مول لینا تھا ۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سکریٹری نے کبھی قاضی مختار حسن کو سلام کرنے کی زحمت گوارہ نہ کی تھی ۔ قاضی انگاروں پر لوٹتے اور اپنے غم میں تنہا جلتے ۔

ایک دن نواب کے سکریٹری نے قاضی کی چھڑی سے چھپکلی مار کر ان کی چھڑی کو ناپاک کر دیا ۔ بس قاضی تڑپ کر ہی تو رہ گئے ۔ یہ ان کی کھلی توہین تھی ۔ ان کی رگیں تن گئیں ۔ دماغ نے قلابازی کھائی ، اور آنکھیں چمک اٹھیں ، جیسے بجلی کا بٹن دب جائے اور اچانک کوئی قمقمہ جل اٹھے ۔

وہ فوراً نواب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے "حضور ! اب تو آپ کے اس خادم سے یہ توہین برداشت نہیں ہوتی ۔ !"

"توہین ؟" نواب چونک کر بولے "کس کی توہین ؟"

"حضور کی توہین ! نواب سعادت علی خاں بلند اقبال کی توہین !"

"قاضی !" نواب گرجے "نواب سعادت کی توہین ؟ کیا کہتے ہو ؟"

"جی ہاں حضور" قاضی اپنی سانسیں درست کرتے ہوئے بولے وہ جو حضور کا سکریٹری ہے نا ، وہ حضور کا نام چھوٹی 'سین' سے لکھتا ہے ۔ میں نے اسے کئی بار سمجھایا کہ یہ گستاخی ہے اور حضور کا نام بڑی "شین" سے لکھا جانا چاہیئے مگر جب وہ حضور کے رتبے کو کچھ سمجھتا تب تو ۔ وہ تو خود ہی کو نواب سمجھ بیٹھا ہے اور جو اس کے جی میں آتا ہے وہی کرتا ہے ۔ میں تو کہتا ہوں حضور کہ وہ اگر آپ کا نام بڑی "شین" سے لکھے تو اس کا کیا بگڑ جائے گا جب وہ حضور کے رتبے ہی سے واقف نہیں تو اسے سمجھایا کیسے جائے ۔"

"ہوں" نواب پھنکارے "تو اس کی یہ مجال —— ؟"

"جی ہاں حضور آپ کے اس نمک خوار نے اسے کئی بار سمجھایا کہ بھائی چھوٹی "سین" چھوٹے آدمیوں کے ناموں میں لگتی ہے اور بڑی "شین" سے بڑے آدمیوں کے نام لکھے جاتے ہیں ۔ لیکن وہ تو حضور کے خاندانی وقار ہی سے نہیں واقف ، پھر وہ حضور کے رتبے کو کیا سمجھے —— !"

"بس بس" وہ گویا قاضی کو خاموش کرتے ہوئے بولے "میں ابھی اسے اپنے رتبے سے واقف کراتا ہوں ۔ اسے بلایا جائے !"

نواب کا غصہ دیکھ کر سکریٹری کانپ گیا ۔

"کیوں بے نمک حرام تو میرا نام کس سین سے لکھتا ہے ؟"

"جی" سکریٹری ممیایا "جو حضور کے نام نامی میں لگنی چاہیئے !"

"حضور کے بچے !" نواب دہاڑے "نام نامی میں لگنی چاہیئے یا نہیں ، میں تو صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ چھوٹی سین ہے یا بڑی جس سے تو میرا نام لکھتا ہے —— ؟"

"حضور !" سکریٹری اس کے آگے کچھ نہ کہہ پایا ۔

"قاضی !" نواب نے اپنے قریب کھڑے قاضی مختار حسن کو اتنی زور سے پکارا جیسے کہیں وہ بہت دور کھڑے ہوں "قاضی مختار حسن ! اس نمک حرام سکریٹری کو میرے علاقوں سے دس میل باہر نکال آؤ ورنہ ابھی ٹانگیں چیر دوں گا کھڑے کھڑے اس کی ۔"

نواب اتنے سنگ دل کبھی نہ تھے مگر چونکہ عزت کا معاملہ تھا اس لئے خاموش کیسے رہ سکتے تھے اور پھر سیدھے اتنے کہ ایک بچہ بھی انہیں بہکا سکتا تھا —— غرض یہ کہ اب سکریٹری صاحب قلم دان قاضی مختار حسن کے ہاتھوں آگیا ۔ اور نواب سعادت "شعادت خاں" بن گئے ۔

سکریٹری کو اپنے پچھلے دن یاد آئے، نواب کی محبت اور ان کی مہربانیاں یاد آئیں۔ عیش کے دن تو پر لگا کر اُڑ گئے اور اپنے پیچھے اس دن کے لئے بہت سی مصیبتیں اور تنہائیاں چھوڑ گئے۔ اب کیا ہوگا؟ زندگی کیوں کر کٹے گی؟

آخر ایک دن سکریٹری کے دماغ میں بھی ایک قمقمہ روشن ہوا گویا قسمت کا ایک ستارہ چمکا، جو اپنی رہنمائی میں اسے نواب کی حویلی تک لے گیا۔ نواب دل کے بُرے نہیں تھے۔ انہوں نے سکریٹری کو ملنے کی اجازت دے دی۔ سکریٹری نے بڑے ادب سے سلام کیا اور آنکھوں آنکھوں میں نواب کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور وہ پسیج گئے، بولے "اچھے تو ہو"

"ہاں اچھا ہوں حضور!" سکریٹری نے اس لہجے میں کہا جیسے دل کا درد چھپا رہا ہو "لیکن بھلا کوئی بیٹا، باپ سے، کوئی ضرورت مند اپنے مہربان سرپرست سے جدا ہو کر خوش بھی رہ سکتا ہے؟ جس بدنصیب کے اوپر سے حضور کی نگاہ اٹھ جائے، اس کا حال یا تو خود وہ جان سکتا ہے یا اس کا خدا، جو عالم الغیب ہے اور ہر ایک کے اندر اس کے دل میں موجود ہے——!"

"تو نوکری چاہتے ہو——!" نواب کی فراخ دلی بولی۔

"میں حضور کی نظر میں لاکھ نالائق سہی، مجھے یہ بھی تسلیم ہے کہ میں نے حضور کا نام چھوٹی سین سے لکھا، لیکن میں نے حضور کی عنایات سے پرورش پائی ہے تو قاضی مختار حسن کی طرح گستاخ بھی نہیں ہو سکتا کہ حضور کا نام اس شین سے لکھوں، جس سے کوئی حرام چیز بھی لکھی جاتی ہو!"

"کیا مطلب——؟" نواب کے کان کھڑے ہوئے۔

"مطلب یہ کہ حضور کا نام وہ اس شین سے لکھتے ہیں جس سے شراب ایسی ناپاک چیز بھی لکھی جاتی ہے!"

"یعنی" نواب کی مونچھیں ہلیں "میرا نام شراب والی شین سے لکھتا ہے——؟"

"صرف اتنا ہوتا حضور تو کوئی بات نہ تھی" سکریٹری نے ایک اور تیر کمان میں چڑھایا "وہ تو کہئے مجھے ان کی سازش کا پتہ چل گیا ورنہ وہ تو دھوکے دھوکے میں شراب پلا کر ساری جایداد حضور سے اپنے نام لکھوانے والے تھے"

"اچھا" نواب گویا اپنے ہوش کھوتے ہوئے بولے "اس کا مطلب یہ کہ تم نے عین موقع پر میری مدد کی——!"

"جی حضور!"

"ابھی بلاتا ہوں" اور وہ زور سے چیخے "قاضی مختار حسن! او مختار حسن——!!"

اور قاضی مختار حسن دوڑتے ہوئے آئے "فرمایئے حضور!" لیکن محفل کا رنگ دیکھ کر حواس ہی کھو بیٹھے۔

"آپ میرا نام کس شین سے لکھتے ہیں قاضی صاحب؟"

"جی حضور کا اقبال بلند ہے بڑی شین سے" ان کی آواز کانپ رہی تھی۔ سکریٹری نے دیکھا اس کی بندوق کے سامنے آیا ہوا شکار کس قدر کم زور ہے۔

"میں بڑی شین اور چھوٹی سین کچھ نہیں جانتا" ان کی آواز گونجی "میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ شراب والی شین سے میرا نام لکھتے ہیں؟"

"جی؟" یہ جی انہوں نے اس طرح کہا جیسے کچھ نہ سمجھے ہوں۔

"میں پوچھنا چاہتا ہوں" نواب آپے سے باہر ہو گئے "آپ میرا نام شراب والی شین سے لکھتے ہیں؟ شرم نہیں آتی آپ کو، جس تھالی میں کھاتے ہیں اسی میں چھید کرتے ہیں۔ نکل جایئے ابھی، اور میرے علاقوں میں بھی دکھائی نہ دیجئے گا۔ رستم! ابے او رستم خاں—— ارے اب کھڑا کھڑا میرا موہنہ کیا دیکھ رہا ہے۔ نکال باہر کر انہیں میری حویلی سے اور دیکھ کبھی ان کا سایہ بھی اگر میرے علاقوں میں دکھائی دے تو ٹانگیں چیر کر پھینک دینا ان کی——!"

اور قاضی مختار حسن نے محسوس کیا کہ ان کی عزت کرنے والے رستم خاں کے ہاتھوں میں ان کی گردن کی گرفت کتنی سخت ہے۔!! اور نواب شعادت اب پھر سعادت خاں بن گئے۔

■ ■

حیاتِ سرورِ کائنات

رسول اللہ صلعم کے حیاتِ مبارک کا مفصل بیان، حضور کے اخلاق اور زندگی پر مکمل کتاب ملا واحدی کا اندازِ بیان، یہ کتاب نہ صرف مسلمانوں کو ہی بلکہ ہر فرد کو پڑھنی چاہئے

قیمت: ۳ روپے ۵۰ نئے پیسے

آخرت کا سفرنامہ

قبر میں داخل ہونے سے لے کر روزِ قیامت تک کے پیش آنے والے واقعات کا مفصل بیان۔ عالمِ ارواح کی سیر کرنی ہو تو مولانا وحید الزماں قاسمی کی لکھی ہوئی یہ کتاب پڑھیں قیمت: ۲ روپے ۵۰ نئے پیسے۔

شہیدِ اعظم

شہادتِ امام حسین کا بیان اور پھر امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی زبان، اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ یہ کتاب کس معیار کی ہوگی۔ قیمت: ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے۔

قرآن اور عورت

قرآنِ کریم نے عورت کو قعرِ مذلت سے نکال کر کس طرح بامِ عروج پر پہنچا دیا، کن فرائض کی ادائیگی کے لئے اس کو تنبیہ کی، اسلام نے عورت پر کیا کیا احکام صادر کئے۔

قیمت: ایک روپیہ ۲۵ نئے پیسے۔

شاہنامہ اسلام

یہ تاریخِ اسلام کی منظوم کتاب ہے جس میں ایسے واقعات درج ہیں جن کو پڑھ کر آپ کی رگِ حمیت پھڑک اٹھے گی اور اسلام کی صحیح روح تازہ ہو جائے گی۔ شاہنامہ اسلام حفیظ جالندھری کا بیش بہا کارنامہ رف گلیز فی جلد ۲ روپے۔ مکمل چاروں حصے ۸ روپے گلیز سفید فی جلد ۳ روپے، مکمل چاروں حصے ۱۲ روپے

مجددِ اعظم (الف ثانی)

۹۷۱ء میں جب کہ ہندوستان پر شرک وکفر اور بدعت وضلالت برس رہی تھی، سرہند میں شیخ احمد کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ نے اپنے روحانی کمالات سے ظلمت کدۂ ہند کو کس طرح بقعۂ نور بنا دیا ایک روح پرور کتاب۔ قیمت: ۲ روپے ۵۰ نئے پیسے۔

مکتبہ دینیات، آصف علی روڈ، نئی دہلی

بچوں کے مشہور ادیب اور شاعر

شفیع الدین نیرؔ کی دل چسپ کتابیں

پانچ برس کے بچوں کے لئے

کلگلے کی دوڑ	۱۹ نئے پیسے	آٹے کا پتلا	۳۱ نئے پیسے
ڈھول کا بول	۱۹ نئے پیسے	مکھن کا ڈبہ	۲۵ نئے پیسے
میں گھر جاؤں تو کیسے	۲۵ نئے پیسے	ہوشیار حسن	۲۵ نئے پیسے

نو برس کے بچوں کے لئے

تارا کا ڈنڈا	۲۵ نئے پیسے	پری کی چھڑی	۳۱ نئے پیسے
بونے کا بٹوا	۲۵ نئے پیسے	بخ شہزادی	۳۱ نئے پیسے
انار راجا	۱۹ نئے پیسے	پرستان کی سیر	۱۹ نئے پیسے

گیارہ سے چودہ برس کے بچوں کے لئے

چنّن بنّن	۱۹ نئے پیسے	ٹلّو میاں	۲۷ نئے پیسے
میاں مٹھو	۳۱ نئے پیسے	ننّی کا پرستان	۳۱ نئے پیسے
انوکھی چھتری	۲۷ نئے پیسے	پیسے کا صابن	۲۷ نئے پیسے
باپ کی ناؤ	۲۱ نئے پیسے	مزدور کا بیٹا	۵۰ نئے پیسے

نظمیں اور دوسری کتابیں

گھی شکر	۵۰ نئے پیسے	بدھو کی بیوی	۳۰ نئے پیسے
نئی کہانیاں	۵۰ نئے پیسے	چھنگو منگو	۵۰ نئے پیسے
اسلامی نظمیں	۶۵ نئے پیسے	شیر خاں کے سہرے	۷۵ نئے پیسے
بچوں کا کھلونا	۷۵ نئے پیسے	کھلّو میاں	۵۰ نئے پیسے
بچوں کا تحفہ (حصہ اول)	۵۰ نئے پیسے	طلسمی مینا	۳۱ نئے پیسے
بچوں کا تحفہ (حصہ دوم)	۷۵ نئے پیسے	وطنی نظمیں	۶۵ نئے پیسے
منّی کے گیت	۶۵ نئے پیسے		

کھلونا بک ڈپو، آصف روڈ، نئی دہلی

ننھی چڑیا آجا

ناصر صدیقی

تیری صورت بھولی بھالی اور جانی پہچانی
تو لگتی ہے اک شہزادی تو لگتی ہے رانی!

من میرا بہلا جا
ننھی چڑیا آجا!

توڑ توڑ کے ڈال رہا ہوں میں آنگن میں روٹی
مت ڈر مجھ سے، پوٹا بھر لے کیوں رہتی ہے بھوکی

اپنی بھوک مٹا جا
ننھی چڑیا آجا!

پاس میرے رہ کر بھی مجھ سے کیوں ہے ایسی دوری
پاس میرے آنے میں تجھ کو کون سی ہے مجبوری

آ مجھ کو سمجھا جا
ننھی چڑیا آجا!



ضروری خط

عنبر چغتائی

آقا کا اک نیا ملازم
کام نہیں بس نام کا خادم
اک دن اس کو موٹر دے کر
بھیجا مالک نے یہ کہہ کر:
اِس خط کو ہے میل سے جانا
اسٹیشن پر ڈال کے آنا!
راہ نہ اس کی دیکھوں برسوں
اس کا جواب آنا ہے پرسوں!
اس نے خط کو جیب میں ڈالا
کار کو پھر گیرج سے نکالا

"پرسوں" پھر مالک نے بُلایا
پوچھا "تُو نے خط بھی ڈالا؟
آج جواب اُس کا آنا تھا!
اب تک مجھ کو مِل جانا تھا!"
یہ سُن کر خط سامنے پھینکا
اور بہت غصے سے بولا:
"ایسی ہی گر جلدی ہے تو
خط یہ اور کسی کو دے دو!"



انگریزی اُردو میں اپنی قابلیت بڑھایئے

اردو انگریزی کی کامیاب ترین ڈکشنریاں

جیمز پاکٹ ڈکشنری ۔ انگریزی سے اُردو ہندی   قیمت [illegible] روپے

پائنیر انگریزی اُردو ڈکشنری (کلاں) رسالہ سائز قیمت مجلد ۱۰ روپے

پائنیر اردو انگریزی ڈکشنری (کلاں) رسالہ سائز قیمت مجلد ۱۱ روپے

تینوں ڈکشنریوں کا کاغذ سفید عمدہ ہے۔

(محصول ڈاک علیحدہ ہوگا)

کھانا پکانے کی دو بہترین کتابیں

عصمتی دسترخوان   قیمت ۳ روپے

ریحانہ کا شاہی دسترخوان   قیمت ۲ روپے

اردو انگریزی اور ہندی میں قابلیت بڑھانے کے لئے

تعلیمی تاش سے کھیلئے

تعلیمی تاش اردو انگریزی: ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے

تعلیمی تاش اردو ہندی: ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے

انگریزی: ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے

تعلیمی تاش ہندی: ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے

تعلیمی تاش ہندی انگریزی: ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے

محصول ڈاک علاوہ

یہ تاش عرصہ ۲۵ سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔ اسکولوں اور کالجوں کے طلباء تعلیم یافتہ مرد اور عورتیں، وکیل اور پروفیسر سب ہی اس تاش کو کھیلتے ہیں اور لطف اٹھاتے ہیں، اردو ہندی اور انگریزی کی قابلیت بڑھتی ہے

تعلیمی تاش اردو: ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے

کھلونا بک ڈپو۔ آصف علی روڈ۔ نئی دہلی

اچھی بیوی

عورت اپنے گھر کی ملکہ ہوا کرتی ہے۔ بہت سے بگڑے ہوئے گھر جن میں بدنظمی بے برکتی اور اختلاف وانتشار کی خاک اڑا کرتی تھی، جب وہ گھر سلیقہ شعار بیوی کے انتظام میں آیا تو اس نے اس کی چمن بندی کی قسم قسم کے بیل بوٹے اگائے یہ کیوں اور کیسے ہوا؟

یہ اس لئے اور اس طرح ہوا کہ ہماری کتاب "اچھی بیوی" نے عورتوں میں گھریلو زندگی سنوارنے کی ایک روح پھونک دی ہے۔ ایک گھر میں جب ایک عورت یہ کتاب پڑھ کر سنورتی ہے تو محلّہ کی عورتوں میں بھی یہ رنگ پھیلنے لگتا ہے اور ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔

قیمت ایک روپیہ پچیس نئے پیسے

اچھا خاوند

خاوند بیوی کا سرتاج ہے اس کے رنج وراحت پر تقدیر کا قلم چلتا ہے مگر اس کی عظمت کے عین مطابق اس پر بڑی بڑی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو نظرانداز کرکے کوئی خاوند اچھا خاوند نہیں بن سکتا۔ خاوند کے اخلاق و عادات، عقائد و اعمال اور طرز معاشرت وغیرہ قرآن وحدیث میں کھول کھول کر بیان کئے گئے ہیں۔

اس کتاب میں خاوند کو اس انداز سے تربیت دی گئی ہے کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی میں اس کتاب سے مدد لے کر بہار خلد کا لطف حاصل کر سکتا ہے۔

قیمت ایک روپیہ پچیس نئے پیسے

بانو بک ڈپو، آصف علی روڈ، نئی دہلی

یٰسین احمد

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا....



سردہوا کے ایک شریر جھونکے نے جھاڑو کے ایک جوان تنکے کو چونکا دیا۔ اس نے اپنے چاروں طرف سرسری نظر ڈالی۔ ہر سُو ڈراؤنی رات اور بھیانک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ساری فضا کیڑے مکوڑوں کی بے ہنگم آوازوں سے سائیں سائیں کر رہی تھی۔ تنکے کے تمام ساتھی دن بھر کا کام ختم کر کے نیند کا مزا لوٹ رہے تھے۔ نوجوان تنکے نے آج ساتھیوں کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تھکن ہوتی تو وہ بھی راحت کی نیند سوتا۔ اسی لئے آج کئی بار اس کی نیند اچاٹ ہو چکی تھی۔

در و دیوار پر ناچتے ہوئے سایوں سے وہ کچھ خوف زدہ سا ہو گیا، اور اپنے دادا جان کے بازوؤں کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا۔ اُن کے شفقت بھرے ہاتھوں کی تھپک نے اُسے جلد ہی نیند کی آغوش میں پہنچا دیا.....اور پھر

اُس نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔

اُس نے دیکھا کہ ایک بڑے سے گھر کے بڑے دالان میں جھاڑو کے تنکوں کا ایک شاندار جلسہ ہو رہا ہے۔ سارے دالان میں جگنوؤں کی شمعیں روشن ہیں۔ نوجوان تنکا خود ہی تقریر کر رہا ہے۔ وہ بڑے بھرے ہوئے انداز میں کہہ رہا ہے "میں بغاوت کا جھنڈا بلند کرتا ہوں۔ میں اُن تمام گندگیوں سے نفرت کا اظہار کرتا ہوں جن سے ہمارا صدیوں پرانی ساتھ رہا ہے ہمارے بزرگوں نے اپنی قسمت میں صرف گندگی صاف کرنا لکھوا لیا ہے۔ میں آج اس پُرانے دستور کو توڑ دوں گا....."

"مگر بیٹا سنو تو" تقریر کے دوران ایک بزرگ تنکے نے اُسے نصیحت کرنا شروع کی جو اس کے دادا جان سے ملتے جلتے سے تھے.....ایسی ناسمجھی

کی باتیں نہیں کیا کرتے۔ تم ابھی بچے ہو۔ دنیا کی اونچ نیچ سے واقف نہیں ہو دنیا ہر کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے، چاہے وہ بہت معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ ہر چیز اپنی حد تک ہی ٹھیک رہتی ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب ایک ننھی چڑیا اپنی اڑان کی حد توڑ کر اوپر اڑنا چاہتی ہے تو شکاری پرندوں کا شکار ہو جاتی ہے اور۔۔۔۔"

"بس بس" نوجوان تنکے نے بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا "میں یہ پرانے گھسے پٹے خیالات اب سننا نہیں چاہتا۔ آخر ہم ہی کیوں گندگی صاف کریں۔ ہمارے ہی پیروں میں ڈور کی بیڑیاں کیوں ہوں؟ ہم بھی کیوں نہ آزاد پنچھیوں کی طرح آسمان کی کھلی فضاؤں میں پرواز کریں۔۔۔۔"

"مگر بیٹا" یہ دادا جان کی آواز تھی "اتحاد زندگی ہے نفاق موت ہم جب تک ڈور کے ایک مضبوط بندھن میں بندھے ہوئے ہیں، تب تک ہم زندہ ہیں۔ جوں ہی ہم الگ الگ ہوئے، ہماری ہستی کا مٹ جانا یقینی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ڈور کے بندھن سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔ لیکن تم بالکل اُس بچے کی مانند نادانی کر رہے ہو جو ریل کے ڈبے میں سفر کر رہا ہو اور کئی بار ماں باپ کے منع کرنے پر بھی کھڑکی سے باہر گردن نکال کر جھانکتا ہے، اور پھر راستے کے کسی ستون سے ٹکرا کر مر جاتا ہے۔ بیٹا میں نے اس دنیا میں کافی دن گزارے ہیں۔ آزادی کا جو مطلب تم سمجھ رہے ہو وہ موت کی سرحد کو چھوتا ہے۔۔۔"

پھر موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ دادا جان کی باتوں نے دلوں پر گہرا اثر کیا۔ مگر باغی تنکا جیسے کچھ پاگل سا ہو گیا تھا۔ وہ پرجوش انداز میں جھاڑو کے بندھن سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ اچانک وہ آزاد ہو گیا۔ بڑے غرور سے اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا بندھن میں بدستور جکڑے ہوئے تھے۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے، کیا نہ کرے ہوا کے ایک شریر جھونکے نے اُسے بہت دور اٹھا کر پھینک دیا۔

وہ دھم سے زمین پر آ گرا۔ گرنے سے تھوڑی بہت چوٹ بھی لگی، مگر آزادی حاصل ہونے کی خوشی میں اُسے کچھ احساس نہیں ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہ اب کبھی میں گندگی کے قریب بھی نہ پھٹکوں گا۔ ہمیشہ پاک صاف رہوں گا۔ وہ بہت خوش تھا کہ اس نے صدیوں پرانی رسم آج توڑ کر رکھ دی تھی۔۔۔۔

اور ابھی وہ اِن خوش کن خیالات میں کھویا ہی تھا کہ ہوا کے ایک تیز جھونکے نے اسے اپنے کاندھے پر سوار کر لیا۔ وہ اچانک کی اس اڑان کے لئے بالکل تیار نہیں تھا۔ اُس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ اُس نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ لمحے اسی طرح گزرے۔ اُسے عجیب سا لگ رہا تھا۔ اُس نے نیچے دیکھا۔ ہر چیز اُسے گھومتی پھرتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ ٹیڑھی میڑھی گلیاں۔ پر پیچ راستے، چلتے پھرتے لوگ اور دوڑتی بھاگتی سواریاں۔

کئی بار کالے کالے بادلوں نے اُسے اپنی آغوش میں چھپا بھی لیا تھا۔ ہوا کے ہلکے ہلکے ہچکولے پورے بدن میں گدگدیاں سی کر رہے تھے اُسے عجیب سا لطف آنے لگا تھا۔ اُس نے اس سے پہلے اکثر چاند کو بادلوں سے اٹکھیلیاں کرتے دیکھا تھا اور اب وہ خود بھی آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔

پھر ہوا کی تیزی میں کمی ہونے لگی۔ وہ آہستہ آہستہ ہوا کے ساتھ ساتھ نیچے اترنے لگا اور اترتے اترتے وہ ایک جگہ دہکتی آگ کے قریب گر پڑا۔ شعلوں کی چمک سے اُس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ہوا کی گرم لپٹیں اُسے چھونے لگیں۔ اُس کا بدن جھلسنے لگا وہ حواس باختہ ہو گیا۔ اس حادثے کے لئے وہ بالکل تیار نہیں تھا۔

اب اسے ہوش آیا۔ ہوا کے شریر جھونکے نے اُسے موت کی سرحد پر لا کھڑا کیا تھا۔ اُس نے سوچا کہ جب تک وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ڈور کے بندھن میں بندھا ہوا تھا تو کتنا مضبوط تھا۔ ہوا کا معمولی تو کیا، کوئی زبردست جھونکا بھی اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا مگر ایک الگ تنکا ہونے کی وجہ سے وہ کتنا بے بس تھا، کتنا کمزور تھا اب وہ صرف ہوا کے رحم و کرم پر تھا۔ شعلوں کی زبانیں اُسے چاٹ لینے کے لئے بے چین تھیں اس نے دل ہی دل میں دادا جان کو یاد کیا۔ اُن کی کہی ہوئی ایک ایک بات اُس کے کانوں میں گونجنے لگی۔۔۔۔ "اتحاد زندگی ہے، نفاق موت ہر چیز کی اپنی ایک حد کے اندر محفوظ ہے۔ زندہ ہے۔۔۔۔" اور اس کی

آنکھوں سے ندامت کے آنسو ٹپکنے لگے۔ اس کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے

"یا اللہ تو ہی اس مصیبت سے بچا۔"

اور پھر ہوا کے ایک اور سخت جھونکے نے اُسے اپنے کاندھے پر سوار کرلیا۔ اب وہ پھر بلند فضاؤں میں اِدھر اُدھر تیرنے لگا۔ ہر لحظہ تنہائی، خطرے اور بے بسی کا احساس بڑھتا جارہا تھا۔ فضا میں منڈلاتی چیلوں اور گدوں کے علاوہ اور کوئی چڑیا نہ نظر آرہی تھی۔ بار بار دل سے ایک ہوک سی اٹھ جاتی، کاش وہ پھر اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔

یک بہ یک اُسے سردی سی محسوس ہونے لگی۔ ہوا پہلے سے زیادہ خنک ہوگئی۔ اس کے کانوں میں عجیب قسم کی سنسناہٹ کی آوازیں آنے لگیں اس نے نیچے نظر دوڑائی۔ دور بہت دور نیچے سمندر کی لہریں شور وغل کے ساتھ ایک دوسرے سے گلے مل رہی تھیں۔ شکاری پرندے مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے۔ دور کئی کشتیاں بادبانوں کے سہارے ہولے ہولے اپنی منزل کی طرف چلی جارہی تھیں اور تنکا ہوا کے کاندھے پر سوار ہر منظر سے تیزی سے گزر رہا تھا۔ جان کے لالے پڑے ہوئے تھے پانی کی چھپ چھپاہٹ سے معلوم ہوتا کہ کوئی بڑا سا بھوت مونہہ پھیلائے اس کو نگل لینے کو تیار ہے۔

ہوا کے ہلکے ہلکے تھپیڑوں نے اُسے ساحل کی ریت پر پٹخ دیا۔ ابھی وہ اپنے ہوش ٹھکانے بھی نہ کرپایا تھا کہ ایک بڑی سی سمندری موج اس کے قریب آکر تیزی سے لوٹ گئی وہ بال بال بچ گیا تھا۔ وہ حرکت کرنا چاہتا تھا، لیکن ریت کے ذروں نے اس کے قدموں کو جکڑ سا لیا تھا۔ موت یہاں بھی اس کے سر پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ لیکن اس بار ہوا کے ایک اور سخت جھونکے نے اسے اس مصیبت سے جلد ہی نجات دلادی۔ وہ پھر بلند فضاؤں میں اِدھر سے اُدھر تیرنے لگا۔ آج اُسے معلوم ہوا کہ آزاد پنچھیوں کی طرح کھلی فضا میں اڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔

اچانک اُس کا دماغ چکرانے لگا اور ان چکرا دینے والے حادثوں نے اُسے بے ہوش کردیا۔ پھر اُسے کچھ خبر نہیں کہ کیا ہوا....

اور جب اس کی آنکھیں کھلیں تو اُس نے اپنے آپ کو گھاس کے ایک ڈھیر پر پڑا پایا، جسے قریب کھڑی ہوئی گائے مزے لے لے کر کھا رہی



ہم تو احتیاط سے کھیلتے ہیں!

تھی۔ اُس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ وہ جنبش بھی نہیں کرسکتا تھا۔ گائے اطمینان کے ساتھ سوکھے تنکوں کو نوالہ بنارہی تھی۔ باغی تنکا بھی گائے کے مونہہ سے قریب تر ہوتا جارہا تھا۔ اب اُسے یقین ہوگیا تھا کہ موت نہیں ٹل سکتی۔ بزرگوں کی باتوں پر عمل نہ کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔ اور پھر اس نے مارے خوف کے آنکھیں بند کرلیں، کیوں کہ گائے نے دوسرے تنکوں کے ساتھ اُسے بھی نوالہ بنالیا۔ اُسے اپنی ہڈی پسلی گائے کے دانتوں تلے ٹوٹتی کڑکڑاتی سی محسوس ہوئی .... اُس کے مونہہ سے ایک زور کی چیخ نکل گئی....

"نہیں نہیں میں نہیں مرنا چاہتا...."

اور نوجوان تنکے نے سہم کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کے دل کی دھڑکن بہ دستور تیز تھی، مگر اپنے آپ کو دادا جان کے بازوؤں میں پاکر اس کی جان میں جان آئی۔ اس کی چیخ سن کر جھاڑو کا ہر چھوٹا بڑا تنکا جاگ پڑا تھا اور تعجب سے اُسے تک رہا تھا۔ دادا جان نے بڑے پیار سے پوچھا "کیا ہوا بیٹا کیا بات ہے۔"

اور اس نے یہ کہہ کر کروٹ بدل لی "کچھ نہیں دادا، ایک بھیانک مگر سبق آموز خواب تھا۔"

■■

کالی دُنیا

سراج انور

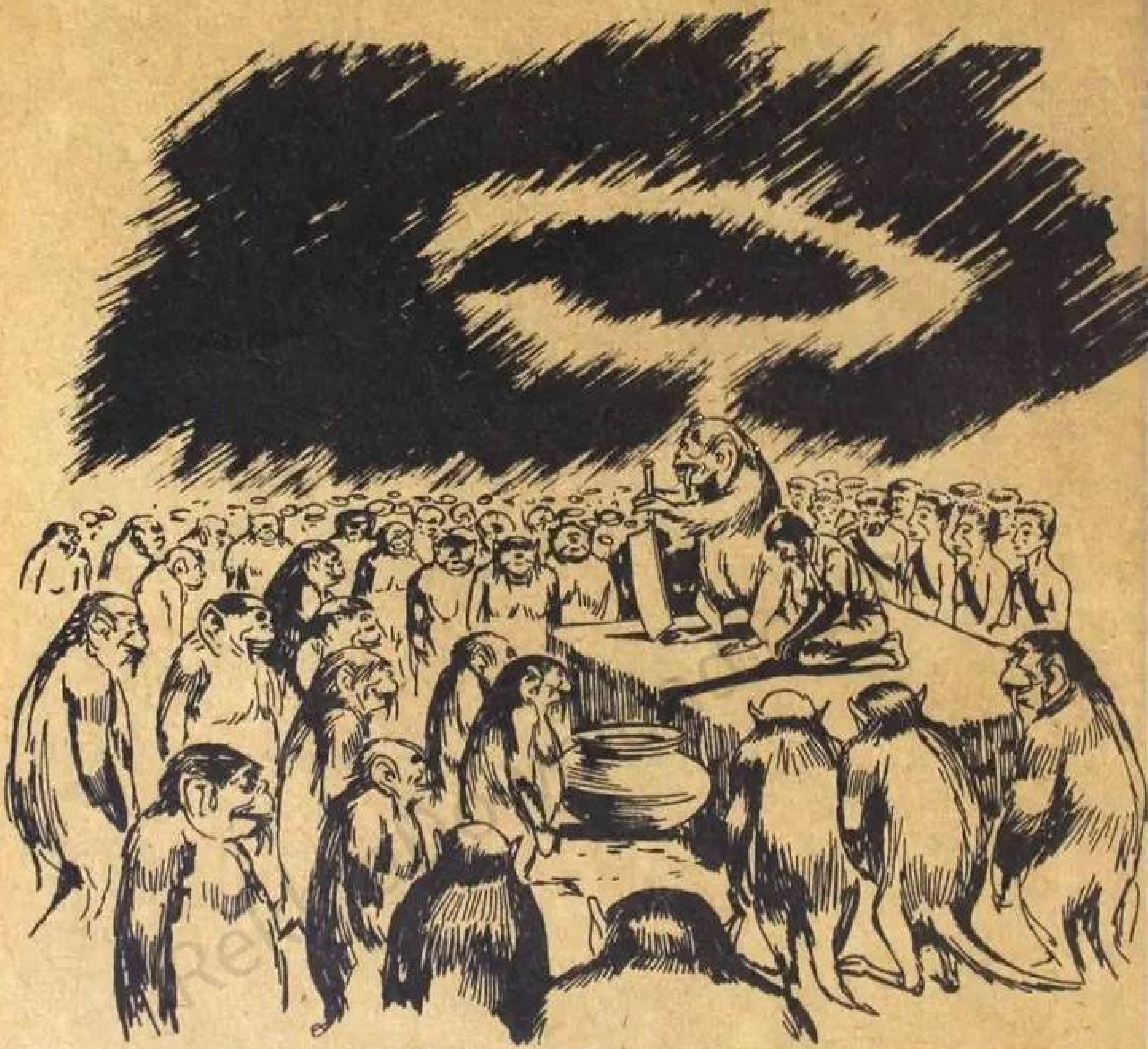
(آٹھویں قسط)

اب تک کی کہانی —— ایک جہازی کمپنی کے مالک فیروز کے پاس ایک دن ایک ماہی گیر ایک بوتل لے کر آیا جس میں ایک خط بند تھا یہ خط جان نے لکھ کر سمندر میں بہادیا تھا۔ وہ ایک نامعلوم جزیرے میں موت کی گھڑیاں گن رہا تھا۔ بوتل ماہی گیر کے ہاتھ لگی اور وہ اُسے لے کر فیروز کے پاس گیا۔ خط پڑھ کر فیروز ایک لمبے اور طویل سفر پر نکلا۔ اس کے ساتھ سوامی، بلونت اور اس کے بچے اختر اور نجمہ بھی تھے۔ اختر نجمہ چوری چھپے اسٹیمر میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ جہاز میں اختر نے کوئی خوف ناک چیز دیکھی اور بے ہوش ہوگیا۔ اچانک جہاز میں لگے وائرلیس کا بزر بجنے لگا اور کسی نے کہا: ٹی کے ٹونٹی —— ٹی کے ٹونٹی —— ! یہ اسٹیمر کا خفیہ نام تھا۔ فیروز نے پیغام سنا تو معلوم ہوا کہ بمبئی سے اس کی بیوی بول رہی ہے۔ اس نے کوئی خوف ناک سایہ اپنے کمرے میں دیکھا تھا۔ فیروز یہ سُن کر پریشان ہوگیا۔ اُسی رات زبردست طوفان آیا اور اسٹیمر ٹوٹ گیا۔ فیروز، نجمہ، اختر اور بلونت نے ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جان بچائی مگر سوامی اسٹیمر کے ساتھ ڈوب گیا۔

کئی دن تک یہ لوگ بھوکے پیاسے سمندر میں بہتے رہے۔ آخر ایک دن جب ان میں طاقت نہ رہی تو خوں خوار گدھوں نے ان پر حملہ کردیا۔ گدھوں سے بڑی مشکل سے جان بچانے کے بعد انہیں ایک جزیرہ نظر آگیا۔ جزیرے میں پہنچنے پر اتفاقاً یہ معلوم ہوگیا کہ جان اور جیک اسی جزیرے میں ہیں۔ واقعی وہ وہاں تھے۔ ایک عجیب سے میدان میں کئی سوفٹ اونچے گھنٹے کو وہ دونوں باری باری بجا رہے تھے۔ فیروز انہیں دیکھتے ہی گھنٹے کی طرف دوڑ پڑا —— جان اور جیک نے پہلے تو انہیں پہچانا نہیں، بعد میں پہچان کر وہ رونے لگے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ جکاریوں کے قیدی ہیں جو سیارہ زہرہ کے جانور نما انسان ہیں۔ گھنٹہ بجنا جب بند ہوگیا تو جکاریوں نے آکر ان سب پر ہنٹر برسائے اور پھر انہیں ایک جھونپڑی میں قید کردیا۔ یہاں آکر جان نے ان سب کو اپنی کہانی سنانی شروع کی۔ جان نے انہیں بتایا کہ سیارہ زہرہ کا ایک سائنس داں جی گا چاہتا ہے کہ دنیا کو تباہ کردے اور سُوبیا حاصل کرلے۔ اُسے اِس کام سے باز رکھنے کے لئے جان نے یہ سفر کیا ہے۔ سمندر میں بحری قزاقوں نے اُسے اور جیک کو لوٹ لیا اور پھر اس جزیرے میں اُتار دیا۔ یہاں جکاریوں نے انہیں قید کردیا —— ابھی وہ یہ باتیں بتا ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور دو جکاری قید خانے میں داخل ہوئے . . . .

اندر آتے ہی انہوں نے پہلے ہمیں خوں خوار نظروں سے گھور کر دیکھا۔ ہمیں ایک کونے میں سمٹتے اور سہمتے دیکھ کر ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ انہوں نے اس طرح ایک دوسرے کو دیکھا گویا ہماری اس حالت پر وہ خوش ہیں۔ اس کے بعد ان کی نظریں کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی نجمہ اور جیک پر پڑیں۔ ور پھر ایک عجیب بات ہوئی۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی ایک آنکھ میں پیدا ہونے والی وہ خوشی کی چمک یکایک ماند پڑ گئی۔ جسم کے بال خوف کی وجہ سے کھڑے ہوگئے۔ ان کے منحوس چہروں پر جو مسکراہٹ آئی تھی وہ اچانک غائب ہوگئی۔ ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہنٹر گھبراہٹ میں زمین پر گر پڑے۔ جلدی سے لپک کر وہ اپنی بھدی چال چلتے ہوئے آگے بڑھے اور پھر نجمہ کے سامنے پہنچ کر زمین پر مونھ کے بل جھک گئے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی بطخ زمین سے دانہ چُگتے وقت نظر آتی ہے —— !

شاید آپ سب اندازہ بھی نہیں کرسکتے کہ ہمیں یہ دیکھ کر کتنا اچنبھا ہوا۔ وہ جکاری جو شاید ہمارے خون کے پیاسے تھے اور جنہوں نے ہمیں قربان کرنے کے لئے قربانی کا چبوترہ صاف کیا تھا وہ اچانک اتنے نرم دل بن جائیں گے یہ تو ہم خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے۔ میرے ساتھ ساتھ نجمہ بھی حیرت زدہ کھڑی تھی۔ جیک شاید یہ سمجھا تھا کہ جکاری نجمہ کو قتل کرنے آرہے ہیں۔ اس لئے وہ پہلے ہی سے اس کے بالکل پاس جاکر کھڑا ہوگیا تھا۔ نجمہ کا چہرہ ہلدی کی طرح پیلا پڑا ہوا تھا مگر اس وقت اس نے جو اداکاری کی وہ قابل دید



تھی۔ وہ یہ تو سمجھ ہی گئی تھی کہ جکاری اس کا اس طرح ادب کر رہے ہیں جیسے وہ ان کی ملکہ ہو ـــــ مگر اس کے بعد اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ وہ کیا کرے؟ اس نے بڑے تعجب کے ساتھ مجھے دیکھا اور پھر جان کو ـــــ

جان اس کی نظروں کا مطلب سمجھ گیا اور اس نے جلدی سے کہا

"نجمہ بیٹی جکاری اس وقت تم سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ اور میں اب جان چکا ہوں کہ کیوں؟ بات یہ ہے کہ جی گا کے غلام زوگ عام طور سے برساتی جیسا لباس پہنتے ہیں اور اس وقت یہ جکاری تمہیں زوگ سمجھ کر تمہارے آگے جھک گئے ہیں، کیوں کہ تم ابھی تک برساتی پہنے ہوئی ہو۔"

"لیکن پاپا یہ برساتی تو میں اس وقت بھی پہنے ہوئی تھی جب جکاریوں نے ہم سب پر ہنٹروں کی بارش کی تھی؟" نجمہ نے فوراً سوال کیا۔

"اصل میں اس وقت رات ہو چکی تھی اور تم اور اختر ہمارے پیچھے کھڑے ہوئے تھے شاید اس لئے جکاری تمہارے لباس کو اچھی طرح نہ دیکھ سکے۔"

"مگر جان صاحب ـــــ" یہ بات سن کر میں نے فوراً کہا "آپ جو کچھ بول رہے ہیں کہیں جکاری وہ سمجھ نہ لیں اور ہوشیار نہ ہو جائیں۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا" جان نے کہا "یہ ہماری شکلیں تو اپنے دماغ کے ذریعہ جی گا تک بھیج سکتے ہیں مگر ہماری گفتگو نہیں بھیج سکتے اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔"

"مگر پاپا ـــــ اب میں کیا کروں، ان سے کیا کہوں؟" نجمہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"میں نے اتنے عرصے یہاں رہ کر یہ دیکھا ہے کہ زوک جب ان جکاریوں کو جانے کے لئے کہتے ہیں تو اپنی انگلی سے ناک کو چھوتے ہیں، تب یہ جکاری فوراً چلے جاتے ہیں۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔" جان نے آہستہ سے جواب دیا۔

جکاری اب اپنا سر زمین سے اٹھا چکے تھے اور اپنی دُموں پر آرام سے بیٹھے ہوئے نجمہ کو دیکھ رہے تھے، نجمہ نے انہیں اپنی طرف دیکھتے پاکر جلدی سے اپنی ایک انگلی ناک سے لگائی۔

اور پھر یہ دیکھ کر ہم سب کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی کہ جکاری فوراً ہی کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ایک ہاتھ اپنے سینے پر رکھا، تھوڑے سے جھکے اور پھر پلٹ کر ہمیں گھورتے ہوئے، اپنی وہی بھدی چال چلتے دروازے سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی جھونپڑی میں لگی ہوئی وہ عجیب سی روشنی پھر ہلکی ہو گئی اور پھر نجمہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"اباجی—— اباجی، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" اس کا پورا جسم خوف کی وجہ سے لرز رہا تھا۔

میں نے اسے تسلی دی تب اس کی کچھ ڈھارس بندھی، اس کے بعد میں نے جان سے پوچھا کہ اب اس کا کیا ارادہ ہے؟

"ارادہ!——" جان نے بے بسی سے کندھے جھٹک کر کہا "اب ارادہ ہو بھی کیا سکتا ہے۔ جکاری عارضی طور پر دھوکے میں آگئے ہیں، مگر ہمیشہ ہی وہ دھوکے میں تھوڑی رہیں گے، ابھی چند منٹوں کے بعد انہیں حقیقت کا پتہ چل جائے گا اور تب ہمارا بچنا محال ہوگا—— زُوک لوگ بہت عقل مند ہیں اور جی گا کے غلام۔ ظاہر ہے کہ جکاریوں کے بعد اب زوک آئیں گے اور ہم سے باز پُرس کریں گے۔"

"زُوک لوگوں سے نپٹنے کا بھی کوئی طریقہ ہے؟" بلونت نے پوچھا۔

"کوئی طریقہ نہیں سوائے سوبیا کے۔ سوبیا کی کرنیں سوائے جی گا کے اور سب کو ہلاک کر سکتی ہیں۔ مگر سوبیا اب ہمارے پاس کہاں ہے؟"

"اگر آپ کہیں تو کسی نہ کسی طرح میں جھونپڑی سے باہر جاؤں اور سوبیا کا بکس لے آؤں!" جیک نے پوچھا۔

"تم پاگل ہو۔ اوّل تو تم بھاگ نہیں سکتے کیوں کہ جکاری تمہیں بھاگنے نہیں دیں گے۔ بھاگنا ہی ہوتا تو ہم دونوں کبھی کے اس جزیرے سے بھاگ گئے ہوتے—— دوسری بات یہ کہ سوبیا کو تلاش کرنے میں جو وقت تم صرف کرو گے، اُتنے عرصے میں ہم سب کا خاتمہ ہو جائے گا—— پھر آخر سوبیا کی تلاش سے فائدہ——؟"

"تو پھر آخر ہم کیا کریں——؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"خدا کو یاد کرو—— کیوں کہ مصیبت میں اس سے بڑا مددگار اور کوئی نہیں ہے——" جان نے اتنا کہہ کر سر جھکا لیا۔ اس فقرے نے اب ہماری ہمتیں توڑ دیں۔ مجبوراً ہم نے وہی کیا جو جان نے کہا تھا۔ میں نے دعائیں مانگنی شروع کیں۔ جتنی دعائیں مجھے یاد تھیں وہ سب پڑھ ڈالیں۔ خدا سے رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اس طرح سے مجھے کچھ سکون مل گیا۔ یہ سوچ کر کہ اب مرنا تو ہے ہی، میں نے اختر اور نجمہ کو باری باری گلے سے لگا کر پیار کیا۔ جان بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا اور جیک بے قراری کے عالم میں جھونپڑی میں اِدھر سے اُدھر پھر رہا تھا۔ بلونت کی حالت یہ تھی کہ جیسے اُسے ان باتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ اس نے شاید سوچ رکھا تھا کہ اگر مرنا ہے تو خاموشی کی موت کیوں نہ مرا جائے!

بڑی نا اُمیدی کا عالم تھا اور اسی عالم میں شاید آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ ہم سوچ ہی رہے تھے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے کہ اچانک جھونپڑی کی روشنی پھر تیز ہو گئی۔ دروازہ کھلا اور دو جکاری ایک زوک کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے بڑی خوف ناک مسکراہٹ کے ساتھ نجمہ کو دیکھا اور پھر زوک نے آگے بڑھ کر نجمہ کی برساتی پھاڑ ڈالی۔ نجمہ سہم کر کھڑی ہو گئی۔ اس پر جکاری آگے بڑھے اور نجمہ کے جسم سے برساتی نوچ کر انہوں نے ایک کونے میں پھینک دی۔ اس کے بعد وہ زوک کے پیچھے جاکر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں نجمہ کے جسم پر اچھا خاصہ لباس تھا، صرف لباس کا نچلا حصہ تھوڑا سا پھٹ گیا تھا۔ نجمہ کے ساتھ ہی ہم سب بھی گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ زوک ہمیں خاموشی سے دیکھتا رہا۔ یہ شخص شکل و صورت میں جکاریوں سے بالکل الگ تھا۔ اس کی صورت انسانوں کی سی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ ایک تو اس کا رنگ سُرخ تھا۔ دوسرے کان اوپر سے نوکیلے تھے، ہاتھ اور پیروں کی تین تین انگلیاں تھیں اور قد وہی تین فٹ کا تھا—— ہمیں خوف سے لرزتے دیکھ کر وہ ہنسا اور پھر اپنی ایک انگلی اٹھا کر جھونپڑی میں لگی ہوئی اُس عجیب سی روشنی کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ ہم نے جلدی سے اوپر دیکھا تو وہ روشنی اب اپنا رنگ بدل رہی تھی۔ کئی رنگ بدلنے کے بعد جب وہ سُرخ ہو گئی تو ایک ترانہ سا اس میں گونجنے لگا اور پھر کسی نے صاف اُردو میں کہنا شروع کیا۔

"تم نے ہمیں دھوکا دینا چاہا تھا مگر تم کامیاب نہیں ہوئے—— بتاؤ تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

زوک نے اس کے بعد ہمیں دیکھا۔ گویا جواب چاہتا ہو۔ اس پر جان نے کہا۔ ہم کسی کو تباہ کرنے نہیں آئے۔ ہمارا جہاز ٹوٹ گیا تھا اس لئے ہم نے یہاں پناہ لی تھی۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو —— خیر کوئی بات نہیں، جکاریوں کا روحانی گھنٹہ اب تم نہیں بجاؤ گے، بلکہ جکاری تمہارا خون پینے کے بعد اب خود اسے بجائیں گے۔ میرے ساتھ خاموشی سے باہر چلے چلو، اب تمہاری قربانی کا وقت آگیا ہے۔ سورج یعنی ہماری طاقتوں کا مرکز اب ڈوبنے والا ہے۔ اس کے ڈوبنے سے پہلے ہم تمہارے خون کا لال رنگ اس کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں۔"

شاید یہ زوک کے الفاظ تھے جو کسی خاص طریقے سے اس کی زبان سے نکلنے کی بجائے اس روشنی میں سے نکل رہے تھے۔ اتنا کہہ کر وہ مڑا اور دروازے کی طرف جانے لگا۔ اس کے جانے کے بعد جکاریوں نے ہمیں باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ یہ وقت عجیب تھا۔ نجمہ اور اختر مجھ سے لپٹ کر رونے لگے۔ ہم لوگ لاکھ دل گردے والے سہی مگر اس وقت تو ہمارا کلیجہ بھی مونہہ کو آیا ہوا تھا۔ بلونت جیک اور جان سب کے سب خوف زدہ تھے۔ جکاریوں نے دھکے دے دے کر ہمیں باہر نکالا۔ اور ہم لرزتے کانپتے اس جھونپڑی سے باہر آگئے۔ یہاں آکر ہم نے ایک عجیب ہی منظر دیکھا۔ جکاریوں کی ایک بڑی تعداد کالے چبوترے کو دو طرف سے گھیرے بیٹھی تھی۔ گھنٹہ لگاتار بج رہا تھا۔ سورج کے غروب ہونے میں تقریباً بیس منٹ کی دیر تھی۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے اچانک زمین میں سے نہ جانے کس طرح زوک اُبھرنے شروع ہو گئے۔ ان کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ جکاری انہیں آتا دیکھ کر اسی طرح مونہہ کے بل زمین پر جھک گئے۔ زوک لوگوں کی جب پوری تعداد زمین سے باہر آگئی تو ایک بھیانک سیٹی بجی۔ اس سیٹی کو سن کر جکاری پھر کھڑے ہو گئے۔ چبوترے کے نیچے اُس جگہ پر جہاں ہمیں قتل ہونا تھا ایک بہت بڑا برتن رکھا ہوا تھا —— اُف خدا! اب بھی وہ منظر یاد آتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ برتن ہم سب کے خون کو بھرنے کے لئے رکھا ہوا تھا۔

نجمہ اور اختر برابر روئے جا رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اس وقت زرینہ کا کیا حال ہوگا۔ ایک تو بچوں کی جدائی میں پہلے ہی وہ غم گین ہوگی، لیکن جب ہم لوگ گھر نہ پہنچ سکیں گے تو اس کی زندگی کس طرح گزرے گی۔ میرے کاروبار کا کیا ہوگا؟ یہ سوچ کر میرے آنسو بھی بہنے لگے اور میں بالکل ہی نڈھال ہو گیا۔ اس لمبے چوڑے میدان کا رنگ اب نرالا ہی تھا۔ بیچ میں چبوترہ تھا۔ ایک طرف جکاری کھڑے تھے، دوسری طرف زوک اور چبوترے کے بالکل سامنے ہم سب۔ یکایک وہ سیٹی جیسی تیز چیخ پھر سنائی دی اور جکاریوں میں سے ایک جکاری ہاتھ میں کافی لمبا اور وزنی تبر لئے ہوئے چبوترے پر پہنچ گیا۔ گھنٹہ اب جلدی جلدی بجنے لگا۔ آسمان پر اُڑتے ہوئے پرندے گھبرا کر میدان سے دُور دُور اُڑنے لگے۔ ہوا بند ہو چکی تھی اور سورج جزیرے کے درختوں سے جھانک رہا تھا۔ زوکوں میں سے ایک نے جس کے برساتی نما لباس پر زرد رنگ کا ایک فیتہ ٹنکا ہوا تھا اپنا ہاتھ ہوا میں اٹھایا۔ یہ اشارہ تھا کہ ہاں اب دیر کس بات کی ہے۔ قربانی شروع کرو۔ اشارہ پاتے ہی وہ جکاری جنہوں نے ہمیں پکڑ رکھا تھا، اب آگے بڑھے اور انہوں نے جیک کو ہنٹر کے دستے سے ٹھوکا دیا۔ مطلب یہ تھا کہ سب سے پہلے تم آگے بڑھو۔ اختر اور نجمہ بُری طرح رونے لگے اور ہم سب بے بسی سے آسمان کو تک کر رہ گئے۔ خدا نے شاید ہمارے گناہوں کو معاف نہیں کیا تھا۔ اس لئے شاید اب اُسے ہمیں بچانا منظور نہ تھا۔ جیک نے کوشش کی کہ موقع ملتے ہی بھاگ نکلے مگر وہ کسی طرح بھی نہیں بھاگ سکتا تھا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو جکاریوں کی آنکھوں سے ایک روشنی نکلتی اور جیک بے کار ہو کر گر پڑتا۔ جان نے ہمیں یہی بتایا تھا کہ اب جیک کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے قصائی کے ہاتھ میں کسی بکرے کی ہوتی ہے!

جیک کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ بار بار سینے پر صلیب کا نشان بنا رہا تھا۔ نجمہ بلند آواز سے اللہ سے دعا مانگ رہی تھی اور ہم لوگ گردن نیچی کئے کھڑے تھے۔ جیک کو لے جا کر جکاریوں نے چبوترے پر کھڑا کر دیا اور پھر اسے اشارے سے بتایا کہ وہ گھٹنوں کے بل جھک جائے تاکہ جلاد آسانی سے اس کا سر اُڑا سکے۔ جیک نے سمجھ لیا تھا کہ بس اب اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اس لئے وہ غریب مجبوراً گھٹنوں پر جھک گیا۔ خوف کے مارے میرے دانت بھنچے ہوئے تھے۔ ہاتھوں کی مٹھیاں کسی ہوئی تھیں۔ اپنی آنکھیں میں نے بھینچ کر بند کر رکھی تھیں تاکہ قتل ہوتے وقت جیک کی صورت نہ دیکھ سکوں۔

وہی ہیبت ناک تیز سیٹی پھر سنائی دی اور اختر و نجمہ مجھ سے لپٹ گئے۔ گھنٹہ جلدی جلدی بجنے لگا —— میرے کان جیک کی بھیانک چیخ سننے کے لئے تیار ہو گئے۔

ایک سیکنڈ گزرا ——!

دوسرا سیکنڈ گزرا ——!!

اور مجھے یقین ہوگیا کہ بس اب جیک کا خدا حافظ ——!

اچانک ایک بھیانک اور دل ہلا دینے والی چیخ سنائی دی۔ میرا دل لرز گیا۔ میں سمجھ گیا کہ جیک کا سر کٹ کر اب دُور گر چکا ہوگا اور اس کی بے سر کی لاش چبوترے پر پڑی تڑپ رہی ہوگی۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے میرے دانت آپس میں بجنے لگے۔ آنکھیں کھولتے ہوئے میں ڈر رہا تھا کہ کس طرح ان آنکھوں سے مُردہ جیک کو دیکھوں گا۔ اچانک ویسی ہی چیخ پھر سنائی دی۔ مگر یہ چیخ انسانی چیخ ہرگز نہ تھی۔ میدان میں شور بڑھنے لگا اور پھر ان چیخوں کی آوازیں ہر طرف سے آنے لگیں۔ اب میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور چبوترے کی طرف دیکھا —— آپ سب جو میری اس داستان کو پڑھ رہے ہیں شاید میری اُس وقت کی حالت کا اندازہ نہیں لگا سکتے! میرے خدا نے مجھ گناہ گار کی التجا قبول کر لی تھی۔ جیک زندہ سلامت چبوترے پر کھڑا حیرت سے زمین پر ایک کے بعد ایک گرتے ہوئے جکاریوں کو دیکھ رہا تھا!

ہم سب تعجب سے آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھ رہے تھے اور ہماری سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جکاریوں میں سے کوئی نہ کوئی یکایک زور کی ایک بھیانک چیخ مارتا ہے اور پھر دل پکڑ کر زمین پر گر جاتا۔ زروکوں کی حالت بھی خراب تھی۔ وہ اپنی جگہوں پر کھڑے ہوئے یوں جھوم رہے تھے جیسے انہوں نے افیون کھا لی ہو۔ ان میں سے ایک دو نے قدم بڑھانے کی کوشش بھی کی مگر لڑکھڑا کر رہ گئے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی غیبی طاقت ہماری مدد کو آ گئی ہو۔ جکاریوں میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ گھنٹہ بجنا اب بند ہوگیا تھا۔ کیوں کہ گھنٹے کو بجانے والے جکاری بھی گھنٹے کے نیچے مونہہ کے بل گرے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا گویا کوئی قیامت آ گئی ہو۔ ان کی بھیانک چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ ہم لوگ اسی پریشانی کے ساتھ ہر سمت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے جکاریوں کو مارنے والے اگر کچھ انسان ہیں تو وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟

جیک نے جب یہ حالت دیکھی تو دوڑ کر وہ ہمارے پاس آ گیا اور گھبرا کر کہنے لگا "سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہوا۔ مگر آپ وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں! جلدی سے سمندر کی طرف بھاگئے؟"

اس کا یہ کہنا تھا کہ ہم اندھا دھند ایک طرف بھاگ کھڑے ہوئے مگر اس کو اب آپ ہماری بدقسمتی کہہ لیجئے کہ ہم اندھیرے میں راستہ نہ دیکھ سکے اور گھوم پھر کر پھر وہیں آ گئے جہاں سے چلے تھے۔ بس فرق اتنا تھا کہ یہ جگہ کالے چبوترے سے کچھ فاصلے پر ضرور تھی اور سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ چار جکاری اس جگہ بالکل ٹھیک حالت میں کھڑے ہوئے تھے یہ بات میرے لئے بڑی عجیب تھی کہ وہاں تو کالے چبوترے کے پاس کھڑے ہوئے جکاری خود بخود زمین پر ڈھیر ہوئے جا رہے تھے اور یہاں صرف بیس گز دُوری پر یہ چار جکاری ہمیں زندہ حالت میں نظر آ رہے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی وہ مسکرائے —— وہی خوفناک اور بھیانک مسکراہٹ! اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ہمارے قریب آنے لگے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ اُس وقت مجھے خود پر کتنا غصہ آیا تھا —— ہمیں چاہئے تھا کہ کالے چبوترے سے بھاگنے کی سمت ہم پہلے ہی دیکھ لیتے۔ ہماری اِس بے وقوفی نے ہمیں پھر دشمنوں کے چنگل میں لا کے پھنسا دیا تھا ——!

جکاری بہت آہستہ آہستہ ہماری طرف آ رہے تھے۔ ان کی یہ چال دیکھ کر اچانک جان نے کہا۔

"میں اب سمجھ گیا۔ ضرور یہی بات ہے۔ کوئی انسان اس جزیرے میں پہنچ گیا ہے اور اس کے پاس سوبیا کا ڈبہ ہے۔ سوبیا کے بغیر یہ خوفناک قوم کبھی نہیں مر سکتی تھی۔ چونکہ یہ جگہ وہاں سے دُور ہے جہاں ہم پہلے کھڑے تھے، اس لئے سوبیا کی کرنیں یہاں تک نہیں پہنچ رہی ہیں —— فیروز کوشش کرو کہ تم بھی بچوں کے ساتھ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے رہو۔ اس طرح ہم کالے چبوترے تک پہنچ جائیں گے اور سوبیا کی قاتل کرنیں وہاں اِن جکاریوں کو ضرور مار ڈالیں گی۔"

میں نے جان کی اِس بات پر عمل کرتے ہوئے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ میں پیچھے ہٹتا جا رہا تھا اور سوچتا جا رہا تھا کہ بھلا اس گم نام اور بھیانک جزیرے پر کوئی انسان کس طرح پہنچ سکتا ہے! اور اگر پہنچ بھی گیا ہے تو پھر وہ انسان ہے کون؟ اُسے سوبیا کا علم کس طرح ہوا کہ وہ ساحل کے پاس پانی میں ڈوبی ہوئی ہے! یہ علم اگر ہو بھی گیا تو آخر وہ ہمیں بچانے کیوں آیا؟ یہ خیال آتے ہی مجھے فوراً ہی یہ بات بھی یاد آئی کہ ہوسکتا ہے وہ انسان ہمیں بچانا نہیں چاہتا ہو، بلکہ لاعلمی میں وہ ہمارا مددگار بن گیا ہو۔ سوبیا کا ڈبہ جب اس کے پاس ہے تو اُسے کیا معلوم کہ اس دھات کی کیا کرامت ہے۔ وہ تو اتفاق سے سوبیا کی زہریلی کرنوں نے جکاریوں کا خاتمہ کر دیا اور اس طرح سے ہم بچ گئے —— یہی باتیں سوچتا ہوا میں پیچھے ہٹتا رہا۔ ہم سب کی نگاہیں جکاریوں کی طرف لگی ہوئی تھیں اور انہیں دیکھتے ہوئے ہم آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے جا رہے تھے۔ اور پھر یہ دیکھنے کے لئے

کہ اب کالا چبوترہ کتنی دُور رہ گیا ہے۔ میں نے پیچھے نظر ڈالی تو خوف کی ایک چیخ میرے مونہہ سے پھر نکل گئی۔ میرے بعد ہی اور سب نے بھی ایسی ہی چیخیں ماریں۔ وجہ یہ تھی کہ اب ہمارے پیچھے سے بھی تین زدک آہستہ آہستہ ہمیں پکڑنے کے لئے ہماری طرف آرہے تھے! یہ حالت دیکھ کر اب میں سمجھ گیا کہ اُس وقت تو ہم اتفاق سے بچ گئے تھے۔ مگر اب شاید مشکل ہی سے بچیں!

زدک اور جکاری آہستہ آہستہ ہمارے قریب آتے جا رہے تھے۔ موت اپنا بھیانک مونہہ کھولے ہماری طرف بڑھتی آرہی تھی اور ہم لوگ بالکل بے بس تھے۔ میں یہ اچھی طرح جان چکا تھا کہ جوں ہی جکاری اپنے خوفناک دو انگلیوں والے ہاتھ ہماری طرف بڑھا کر ہمارے جسم کو چھوئیں گے تو بجلی کا ویسا ہی زوردار جھٹکا مجھے پھر محسوس ہوگا جو بہت پہلے روحانی گھنٹہ کے نیچے مجھے ایک بار لگا تھا۔ نجمہ، اختر بیری کی طرح لرز رہے تھے۔ بلونت کا چہرہ غصّے کی وجہ سے سُرخ ہو گیا تھا اور جیک بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ وقت بہت کم تھا۔ ہمیں جو بھی کرنا تھا فوراً کرنا تھا مگر سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کریں —— اچانک جان نے جلدی سے مجھ سے کہا۔

"فیروز —— کیا تمہارے پاس کاغذ قلم ہے ——؟"

"جی ہاں موجود ہے —— آپ کی ڈائری اور اس میں لگی ہوئی چھوٹی سی پنسل ابھی تک میرے پاس ہے۔"

"بس تو اندھیرے میں ہم ایک تیر چلاتے ہیں۔ خدا سے دعا کرو کہ وہ ہمیں کامیاب کرے۔ لاؤ ڈائری مجھے دو۔ جلدی۔ جکاری کچھ ہی دیر میں ہمارے پاس آجائیں گے —— وہ تو کبھی کے آجاتے مگر سوبیا کی کرنوں کا تھوڑا بہت اثر ان پر ضرور پڑ رہا ہے اسی لئے وہ لڑکھڑاتے ہوئے چل رہے ہیں۔"

میں نے فوراً ڈائری جان کو دے دی۔ جان نے جلدی جلدی اس کے ایک صفحے پر کچھ لکھا اور پھر وہ صفحہ پھاڑ کر اختر کو دیتے ہوئے کہا۔

"اختر بیٹے، یہ پرچہ بندر کے گلے میں رسّی سے باندھ دو اور پھر اسے جنگل کی طرف چھوڑ دو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بندر کو سدھا لیا ہے اور تم اس سے بہت سی چیزیں منگوا لیا کرتے ہو؟"

"ہاں پاپا —— میں نے بندر کو سدھا لیا ہے ——" اختر نے جواب دیا۔

"بس تو پھر جلدی سے یہ کام کرو ——"

جان کی مرضی کے مطابق اختر نے بندر کے گلے میں پرچہ باندھ دیا اور پھر اس کے کان میں کچھ بولی بولی، ہاتھوں سے اشارے کئے۔ اس کے بعد اس نے بندر کو جنگل کی طرف چھوڑ دیا۔ بندر جب چھلانگیں لگاتا ہوا جنگل میں غائب ہو گیا تو میں نے جان سے پوچھا۔

"آخر اس کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے پرچے پر کیا لکھا ہے؟"

جان نے پلٹ کر دونوں کی طرف دیکھا۔ جکاری اب ہم سے دس پندرہ گز دُور تھے۔ ان کی چال بہت سُست ہو گئی تھی۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ بدبد کرتے ہوئے بڑھے چلے آرہے تھے۔ جان نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے پرچہ اُس شخص کے نام لکھا ہے جو اس وقت سوبیا کا ڈبّہ ہاتھ میں لئے جنگل میں کھڑا اس خوفناک جگہ کو چھپ کر دیکھ رہا ہے۔ میں نے اس سے التجا کی ہے کہ سوبیا کا ڈبّہ بندر کو دے دے تاکہ بندر یہ ڈبّہ لے کر ہمارے پاس واپس آجائے۔ اس کے بعد میں نے وعدہ کیا ہے کہ اس کا ڈبّہ اُسے واپس کر دوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اس صورت میں کامیابی کی بہت کم امید ہے۔ مگر جب جان پر بنی ہو تو ایسی حماقتیں انسان سے ہو ہی جاتی ہیں۔ اور پھر کون جانے کہ یہ حماقتیں بعض دفعہ بھلائی کی راہ دکھا دیں! —— مرنا تو ہے ہی، مگر میں ذرا کوشش کر کے مرنا چاہتا ہوں۔"

"جکاری قریب آرہے ہیں جان صاحب۔" بلونت نے گھبرا کر "بھاگنے کا کوئی طریقہ سوچئے۔"

"طریقہ کوئی نہیں ہے۔ بس صرف خدا پر بھروسہ رکھو۔ اُسے اگر ہمیں زندہ رکھنا منظور ہے تو ہم ہرگز نہیں مر سکتے۔ ہمارے بھاگنے کی راہیں سب طرف سے بند ہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔" جان نے جواب دیا۔

ہمارا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اختر اور نجمہ تھر تھر کانپ رہے تھے، کبھی ہم سامنے سے آتے ہوئے جکاریوں کو دیکھتے اور کبھی پیچھے سے آتے ہوئے خوں خوار زدکوں کو —— ہر لمحہ میں قریب سے قریب آتے جا رہے تھے۔ کچھ ہی دیر کے بعد یہ فاصلہ صرف دو گز رہ گیا۔ جکاریوں کے بھیانک جبڑے کھلے ہوئے تھے۔ ان کے لمبے لمبے دانتوں سے رال ٹپک رہی تھی۔ ان کے چہروں کی ایک ایک آنکھ میں خون اُترا ہوا تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ بس اب یہ آخری وقت ہے۔ خدا کو یہی منظور ہے کہ میں اپنے بچّوں اور ساتھیوں کے ساتھ ایک گم نام جزیرے میں چند بہت ہی خوفناک اور طاقت ور جانور نما انسانوں کے ہاتھوں سے مارا جاؤں —— میں نے دل ہی دل میں خدا کو یاد کیا اور پھر اختر اور نجمہ کو

اپنے سینے سے لگا لیا۔ جکاریوں نے ہمیں بے بس اور قریب پاکر بڑی بھیانک چیخیں ماریں اور ہماری طرف جھپٹے ——— مگر ....

مگر پھر وہی ہوا جواب سے کچھ دیر پہلے ہو چکا تھا۔ اللہ کو ہماری حالت پر رحم آگیا تھا شاید۔ اُس نے ہمارے دلوں سے نکلی ہوئی خاموش دعائیں سُن لی تھیں۔ ہمیں ہاتھ لگانے سے پہلے ہی جکاری بڑی ہیبت ناک آوازیں نکالتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ ان کے گرنے کے کچھ ہی دیر بعد گھاس پر کسی کے بھاگنے کی آواز قریب آنے لگی اور پھر اندھیرے میں سے کوئی چیز زمین سے اُچھل کر اختر کے کندھے پر بیٹھ گئی۔ اختر نے گھبرا کر چیخ ماری، مگر پھر فوراً ہی مطمئن ہو گیا۔ یہ اختر کا بندر تھا اور اس کے گلے میں اس وقت ایک چھوٹا سا ڈبہ لٹک رہا تھا ———!

"خدا کا شکر ہے" جان نے کہنا شروع کیا "میری تدبیر آخر کام دے ہی گئی۔ اور یہ سب کچھ اختر کے بندر کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر اس سفر میں یہ بندر نہیں ہوتا تو آج ہم سب ضرور مر گئے ہوتے ———!"

اتنا کہہ کر جان نے بندر کے سر پر محبت کا ہاتھ پھیرا اور جواب میں بندر نے اُسے دانت دکھا دیے۔ جان نے پھر اس کے گلے میں سے ڈبہ نکالا اور اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

"بالکل وہی ——— وہی ہے، دیکھو جیک یہ وہی ڈبہ ہے نا ——— مگر یہ ڈبہ کس شخص کے پاس تھا۔ اس نے آخر بندر کو بغیر سوچے سمجھے یہ ڈبہ کیوں دے دیا ——— ہمیں اُس مہربان انسان کو تلاش کرنا چاہیے۔ وہ ہمارے لئے رحمت کا فرشتہ بن کر آیا ہے۔ آؤ فیروز ہم اُسے ڈھونڈیں ———"

جان کا اشارہ پاکر جیسے ہی میں نے آگے بڑھنے کے لئے قدم اٹھایا جیک نے جلدی سے بڑھ کر میرا بازو دبایا اور ساتھ ہی آہستہ سے مجھ سے کہا کہ میں سامنے میدان کی طرف دیکھوں ——— میرے ساتھ ہی سب لوگ بھی میدان کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ چاند ابھر چکا تھا اور اس کی پھیکی پھیکی روشنی میں میں نے دیکھا کہ دو آدمی بھاگتے ہوئے ہماری طرف آرہے ہیں۔ ان کے بھاگنے کے انداز سے ہی میں سمجھ گیا کہ وہ انسان ہیں۔ احتیاطاً میں نے اپنا پستول نکال لیا اور ان دونوں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ دونوں قریب آگئے تو میں نے دیکھا کہ وہ ہمیں دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔ چاند ان کے پیچھے تھا اس لئے ان کے چہرے اندھیرے میں تھے۔ البتہ چاند کی روشنی ہمارے چہروں پر پوری طرح پڑ رہی تھی۔ جو شخص آگے تھا وہ تو خاموش کھڑا رہا، لیکن جو آدمی پیچھے تھا وہ خوشی کا ایک نعرہ لگا کر دوڑا اور پھر میرے قدموں میں آکر گر گیا۔ ساتھ ہی اس نے چلا کر کہا۔

"بھگوان کا شکر ہے کہ آپ مل گئے ——— میرے مالک! ——— مجھے پہچاننے میں کوئی غیر نہیں ——— آپ کا وہی پرانا خادم ہوں ——— سوامی!!"

پھر کیا ہوا۔ سوامی اگر زندہ تھا تو اس جزیرے میں کیسے آیا؟ سوامی کی حیرت ناک داستان۔ جی کا بلایا نہیں۔ یہ اور اس سے آگے کے عجیب واقعات جاننے کے لئے سراج انور کے اس ناول کی اگلی قسط مئی ۱۹۶۳ کے کھلونا میں ضرور پڑھنا۔

بچوں کا گیت

اعزاز افضل

ایک پپیہا ہوں میں
جس کی چہک سے بہار
جس کی مہک پائیدار
وہ گلِ رعنا ہوں میں

مجھ سے ہے رقصِ حیات
ایک ترنّم ہوں میں
ایک تبسّم ہوں میں
زیبِ لب کائنات

مجھ سے فروغِ نظر
مجھ سے جمالِ سخن
مجھ سے ادب مجھ سے فن
مجھ سے کمال و ہنر

گاتی ہے فطرت جسے
ایسا ترانہ ہوں میں
ایسا فسانہ ہوں میں
کہئے حقیقت جسے

رزم کو ہے مجھ پہ ناز
بزم کو مجھ پر غرور
میں ہوں نشاط و سرور
تیغ و سپر شعر و ساز

میں ہوں بہارِ شباب
میں ہوں شبابِ بہار
میں ہوں چمن کا وقار
مجھ سے خزاں آب آب

رات مٹائے گی کیا
صبحِ دوامی ہوں میں
مرگِ غلامی ہوں میں
قید ڈرائے گی کیا



وقت بدلتا رہا
کھاتا رہا پیچ و تاب
میرا جہانِ شباب
پھولتا پھلتا رہا

عبادت اور ریاضت خداوندی کے بابرکت مہینے رمضان المبارک کی آمد آمد

قرآن شریف کے ہدیوں میں زبردست کمی کردی گئی

قرآن شریف معہ کامل تفسیر و ترجمہ از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ شروع میں ۳۲ صفحے کا مقدمہ معہ تعویذات فالنامہ و سوانح انبیاء علیہ السلام ——

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کی تفسیر موضح القرآن۔ نہایت عمدہ جلی حروف سفید چکنا کاغذ، سائز ۲۲×۲۹ مجلد ریگزین اصل ہدیہ، نو روپے رعائتی ہدیہ سات روپے صرف۔ مجلد چرمی اصل ہدیہ گیارہ روپے رعائتی ہدیہ نو روپے صرف

قرآن شریف

دو ترجمے والا —— عکسی —— (سبز حنا)

ترجمے، رئیس المحدثین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحؒ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحؒ جس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ موتی کی طرح صاف اور چکدار ہے، عمدہ سفید گلیزڈ کاغذ سائز ۲۲×۲۹/۸ سفید چکنا کاغذ جلد پختہ ریگزین اصل ہدیہ تیرہ روپے، رعائتی ہدیہ صرف دس روپے



معریٰ قرآن مجید

سات سو بیس ۷۲۰ صفحات والا روشن حروف نہایت سفید چکنا کاغذ۔ بچوں اور بوڑھوں کے لئے اس سے زیادہ صاف اور روشن حروف والا قرآن مجید اتنے بڑے سائز ۲۲×۲۹/۸ پر آج تک تیار نہیں ہوا۔ نہایت پختہ ریگزین جلد ہدیہ اصل سات روپے رعائتی صرف پانچ روپے پچاس نئے پیسے

دیہاتی قرآن مجید منگانے والے حضرات قریبی ریلوے اسٹیشن کا نام ضرور تحریر فرمائیں اور پانچ روپے پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھیجیں

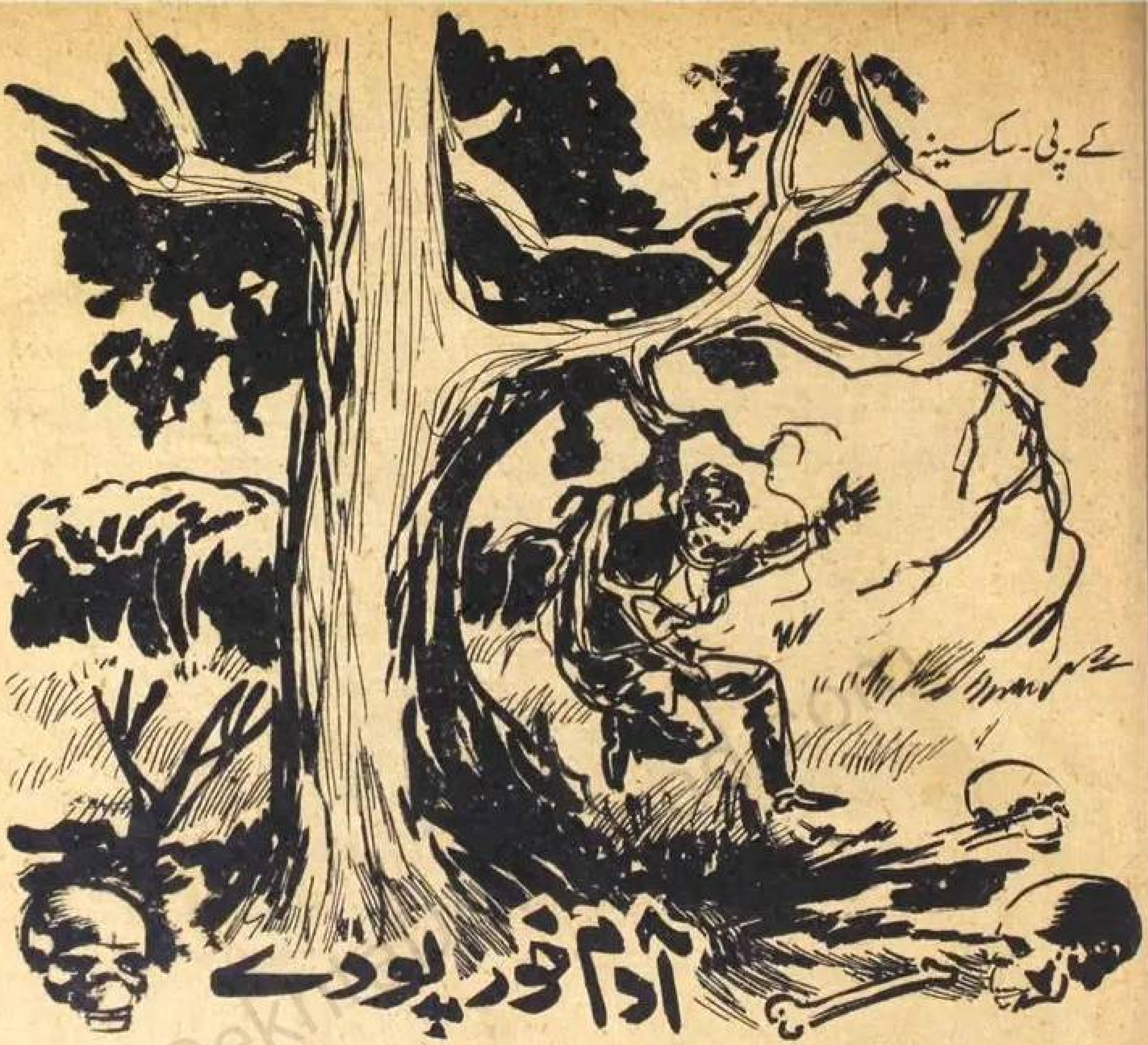
بچوں کے لئے کم ہدیہ والے (بغیر ترجمہ)

دو قرآن شریف

سائز ۲۰×۲۶/۸ کاغذ سفید رف مجلد صرف رعائتی تین روپے پچاس نئے پیسے

سائز ۲۰×۲۶/۸ کاغذ گلیزڈ عکسی طباعت نہایت روشن اور صاف رعایتی ہدیہ صرف پانچ روپے

شمع بُک ڈپو، آصف علی روڈ، نئی دہلی



اپنی روزمرہ کی زندگی میں ابھی تک ہم یہ دیکھتے اور سنتے آئے ہیں کہ پیڑ پودے ہماری خوراک ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے پھل، ترکاری، اناج اور تیل وغیرہ ہماری خوراک کا بیش تر حصہ ہیں۔ مگر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ دنیا میں کچھ ایسے پیڑ پودے بھی موجود ہیں جو آدم خور ہیں، یعنی جن کی خوراک انسان و جانوروں کا گوشت ہے۔

ایسے حیرت انگیز پودوں کا پتہ سب سے پہلے ایک آسٹریلین سیاح نے لگایا تھا۔ جنگلی جڑی بوٹیوں کی تلاش میں بھٹکتا ہوا وہ بے چارہ ایک ایسے ہی حیوانی پیڑ کا شکار ہو کر رہ گیا۔ خون سے لت پت جسم سنبھالے، دم توڑنے سے پہلے اپنی ڈوبتی آواز میں اُس نے بتایا کہ جب ایک درخت کی شاخوں نے اُسے جکڑ لیا تو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ شیر کے چنگل میں پھنس گیا ہو۔ آدم خور پیڑ کی لمبی کٹیلی شاخوں نے جگہ بہ جگہ اس کے جسم سے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے نوچ لئے تھے۔

ایسا ہی ایک پیڑ تسمانیہ کے سمندری کناروں پر بسے جنگلات میں بھی ہے۔ دیکھنے میں یہ ایک عام گھنے پیڑ جیسا ہی ہے۔ مگر چالاکی دیکھئے کہ نیچے سے کوئی گزرا نہیں اور لمبی لمبی شاخوں نے چاروں طرف سے جھپٹ کر اُسے دبوچ لیا۔ اس کی طرف سے بچ نکلنا ہاتھی جیسے قوی ہیکل جانور کے لئے بھی ناممکن ہے۔ آہستہ آہستہ پیڑ کی شاخیں لمبے لمبے کانٹوں کی مدد سے چند ہی گھنٹوں میں شکار کے

جسم سے سارا گوشت نوچ لیتی ہیں اور محض ہڈیوں کا ڈھانچہ بچ رہتا ہے۔

آرجنٹینا کے ریڈ انڈین قبائلی طبقوں نے بھی ایک آدم خور پیڑ کا پتہ لگایا ہے۔ انھوں نے اس کا نام "موگا" رکھا ہے۔ صبح سویرے اس پیڑ سے ایک عجیب مست کر دینے والی خوشبو نکلتی ہے پیڑ کے نیچے سے گزرتا ہوا بھولا بھالا مسافر اس خوشبو سے بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس عالم بے خبری میں پیڑ کی بڑی بڑی ہاتھی کے کان جیسی پتیاں شکار کو چوس ڈالتی ہیں۔ قبائلی موگا کو 'جن کا سایہ' کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

خوف ناک آدم خور پیڑوں کی برادری کے تیسرے فرد ہیں۔ جناب "مینج نیل" مینج نیل برازیل کے گھنے جنگلات میں ملتا ہے۔ بہار کے موسم میں اس میں حسین و خوب صورت وسرخ پھول کھلتے ہیں۔ ان سرخ پھولوں سے لگاتار ایک زرد رنگ کا بُرادہ جھڑتا رہتا ہے یہ بُرادہ اتنا تیز اور زہریلا ہوتا ہے کہ جسم کے کسی حصے پر گرتے ہی وہ حصہ کچھ ہی سیکنڈوں میں گل کر لعاب بن جاتا ہے۔ یہ لعاب پیڑ کی جڑوں میں جذب ہو کر اُسے خوراک پہنچاتا ہے۔

پیڑوں کی اس خطرناک قطار میں چوتھا قاتل ہے۔ یوپس۔ یوپس ملایا اور سیلینز کے سمندری ساحل پر اُگتا ہے اس کے ناشپاتی نما گول گول پھلوں سے ایک زہریلا رقیق لعاب ٹپکتا رہتا ہے جو چند ہی منٹوں میں بڑے سے بڑے جانور کا کام تمام کر دیتا ہے۔ جنگلی قبیلوں کے لوگ اپنے تیروں اور بھالوں کی نوکوں کو تیز کرنے کے لئے اس زہر کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے۔ مگر شاید ہی کچھ قسمت والے ایسے تھے جو زندہ لوٹ آئے۔ اُن کا کہنا تھا کہ اس وحشی پیڑ کی جڑ کے پاس سڑتے ہوئے انسانی گوشت اور ہڈیوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ اور تو اور، پاس کے سمندری کناروں پر مردہ مچھلیوں کے بھی ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

۱۸۷۰ء میں پہلے پہل اس پیڑ کا پتہ ایک ڈچ باٹنسٹ (علم نباتات کا جاننے والا) نے لگایا تھا۔ اس کا نام فورش تھا۔ اس پیڑ کا ذکر پہلی بار اس نے "لندن میگزین" میں کیا تھا۔ اپنے اس خطرناک تجربے کو ایک تصویر کی شکل میں بھی پیش کیا تھا۔ چھٹکی ہوئی چاندنی میں پیڑ کے چاروں طرف انسانی ڈھانچوں، کھوپڑیوں اور پسلیوں کا ڈھیر دکھایا گیا تھا۔ یہ تصویر آج بھی لندن کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

ایک اور خطرناک پیڑ کے بارے میں سنئے جس کا شکار پھانسنے کا ڈھنگ نرالا ہے۔ ویسٹ انڈیز کے سوڈان علاقے میں پایا جانے والا یہ پیڑ 'موسیقار' کے نام سے مشہور ہے۔ دن بھر اس پیڑ سے بڑی سُریلی جھنکار نکلتی رہتی ہے۔ غروب آفتاب کے ساتھ ہی یہ سُریلی آواز سسکیوں اور رونے کی آواز بدل جاتی ہے۔ پاس سے گزرنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی مصیبت کا مارا اس پیڑ کی گھنی پان نما پتیوں میں دبکا ہوا سسک رہا ہے۔ مجبور کی مدد کرنے کے خیال سے مسافر اس کے اندر گھسا نہیں کہ جھنڈ کی شاخوں نے اُسے دبوچ لیا۔ پتیوں کے چاقو کی دھار جیسے تیز کنارے پلک جھپکتے ہی مسافر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں اور خون بہہ کر جڑوں کی پیاس بجھا دیتے ہیں۔ "بھلا نوالہ" ختم ہوتے ہی پیڑ کا رونا دھونا پھر شروع ہو جاتا ہے

اریزونا کالج کے ڈاکٹر ایڈورڈ شومن نے کیلیفورنیا میں ایک نئی قسم کے آدم خور پیڑ کا پتہ لگایا ہے۔ اسے پیڑ کہنا مناسب نہیں ہوگا۔ کدو کی بیل جیسا یہ کافی دور تک زمین پر پھیلا رہتا ہے۔ اس میں جگہ بہ جگہ کدو سے بڑے پھل زمین پر پڑے رہتے ہیں۔ ان پھلوں میں زہریلا رقیق بھرا رہتا ہے۔ دھوکے سے پھل پر پیر پڑا نہیں کہ ایک تیز دھماکے کے ساتھ پھل پھٹ جاتا ہے اور یہ زہریلا رقیق دیکھتے ہی دیکھتے مسافر کی دونوں ٹانگیں گلا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

ان آدم خور پودوں کا شکار پھانسنے کا ڈھنگ چاہے جو کچھ بھی ہو، مگر ایک بات واضح ہو چکی ہے کہ انسانی گوشت اور خون سے جو ساگیا رس جڑوں کے ذریعے پودے کے جسم میں پہنچ جاتا ہے اور یہی ان آدم خور پودوں کی خاص خوراک ہے۔

■■



اپریل فول

شکیل انور

پاشو پچھلے سال سے بیمار تھا۔

گھر کے دوسرے بچے آنگن میں اور لان پر کھیلتے پھرتے، دوڑتے اور باغ میں تتلیاں پکڑتے، قہقہے لگاتے اور خوب شور و غل کرتے، شرارتیں کرتے اور امی کے کمرے سے آنکھ بچا کر حلوہ کھا جاتے۔ بڑے بھیا کو بے وقوف بناتے اور ڈیڈی کی ٹوپی پہن کر ہاتھ میں چھڑی لے کر ان کی نقل اتارتے، اور پاشو ان سب کو ہنستے، کھیلتے اور شرارتیں کرتے دیکھ کر دل مسوس کر رہ جاتا۔

زرینہ جب اپنی گڑیا کا بیاہ گارڈ صاحب کی لڑکی روشی کے گڈے کے ساتھ رچاتی تو پاشو کا دل چاہتا کہ وہ بھی اپنی ننھی بہنو کی خوشی میں شریک ہو اور رسمی طور پر گڈے میں کسی بوڑھے کی طرح عیب نکالے۔ روشی جب برا منائے تو وہ اسے اور چڑائے۔ گارڈ صاحب کی یہ کالی کلوٹی روشی اس سے چڑتی بھی بہت ہے۔

منو جب باغ میں سے تتلی پکڑ کر لاتا۔ اور اس کے دونوں پروں کو ملا کر چٹکی میں پکڑ لیتا اور تتلی کا تلملانا دیکھتا تو اس کا دل چاہتا کہ بھاگ کر جائے اور باغ سے ساری اڑتی ہوئی تتلیوں کو پکڑ لے۔ ایک ایک تتلی کو چٹکی میں پکڑ کر منو کو دکھائے اور جب منو اس سے تتلی مانگے تو وہ چھوڑ دے۔ اور منو موہنہ دیکھتا رہ جائے۔

زرینہ، منو اور چمن بڑے بھیا کو جب گپ سنا کر بیوقوف بنا رہے ہوتے تو اس کا دل چاہتا کہ آج لان پر کرسی ڈال کر بڑے بھیا کا فوٹو اتارا جائے۔ کرسی کے پیچھے منو کو کھڑا کیا جائے، اور جب بھیا بیٹھنے لگیں تو کرسی کھینچ لی جائے .... اور جب بھیا گر پڑیں تو ان کی بے بسی اور جھنجلاہٹ کا تماشہ دیکھا جائے۔ اور خوب تالیاں بجائی جائیں۔

اور جب چمن چپکے سے امی کے کمرے میں داخل ہوتا، اور باہر نکلتے وقت جلدی جلدی اپنا موہنہ صاف کرتا ہوا آتا تو اس

کے موہنہ میں بھی پانی بھر آتا۔ ایک سال ہوگیا تھا اسے کوئی مزیدار پکوان کھائے، وہ بھی اس طرح کراتی کے کمرے سے چرایا گیا ہو۔

لیکن عالم یہ تھا کہ ایک سال کی لمبی بیماری نے اس کو کچل ڈالا تھا۔ نہ تو اس میں بھاگ دوڑ کی طاقت تھی، اور نہ اب اس کے قہقہوں میں جوش باقی تھا۔ اس سے تو اب کھل کر ہنسا بھی نہیں جاتا تھا۔ شروع شروع میں تو وہ بہت مچلا۔ بخار میں جل رہا ہوتا، تمام جسم ٹوٹ رہا ہوتا۔ مگر وہ بستر سے اُٹھ کر ان لوگوں کی شرارتوں میں شریک ہوجاتا۔

پھر اچانک اس کو چیچک جیسی منحوس بیماری نے آگھیرا۔ شروع شروع میں تو زرینہ بھی اس کے پاس آجاتی۔ منّو اور چمن بھی اس کا سر دباتے رہتے۔ مگر جب سے چیچک نکلی اور امّی نے سب کو اس کے قریب آنے سے منع کر دیا تو وہ بہت اداس ہوگیا۔

اور جب اس کو ٹائی فائیڈ ہوا تو وہ مکمل طور پر بستر کی نذر ہوگیا۔

کڑوی کسیلی دواؤں نے اس کے موہنہ کا مزہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ اب جہاں اس کو کڑوی کسیلی دواؤں اور انجکشن کی چبھن کو برداشت کرنے کی عادت پڑگئی تھی۔ وہ یہ بھی برداشت کرتا ہی تھا کہ سب کھیل رہے ہیں اور وہ تنہا بستر میں پڑا ہے۔

اب ادھر کچھ دنوں سے اس کی طبیعت سدھر رہی تھی۔ وہ اب تکیے کے سہارے بیٹھ جاتا تھا اور اپنے ہاتھ سے دوا یا دودھ پینے لگا تھا۔

مگر حالت سنبھلنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ اسے کڑوی کسیلی دواؤں سے نجات مل گئی تھی۔ یا خوش ذائقہ چٹ پٹے پکوان کھانے کی اجازت مل گئی تھی۔ اب تو پرہیز پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگا تھا۔ کیوں کہ مریض کو صحت کے لئے دوا سے زیادہ پرہیز کی ضرورت ہوتی ہے۔

مارچ کا مہینہ ختم ہو رہا تھا۔

پاشو کی نظر کلنڈر پر پڑی۔ کل اپریل کی پہلی تاریخ ہے، ابھی وہ کلنڈر دیکھ ہی رہا تھا کہ زرینہ، منّو اور چمن کمرے میں داخل ہوئے، آتے ہی وہ بولے:

"بھیا، کل فرسٹ اپریل ہے؟ مگر آپ تو ابھی بیمار ہیں۔"

"ہاں بھئی۔ ویسے تم لوگوں نے کیا پروگرام بنایا ہے" وہ بولا۔

"واہ بھیا کمال کر دیا آپ نے بھی" زرینہ بولی "ہر سال آپ ہی تو نئی نئی ترکیبیں بتاتے ہیں، اس بار بھی بتایئے نہ کوئی ترکیب"

"اچھا دیکھو چیونگم کے خالی ریپر میں گلابی صابن کی ٹکیاں کاٹ کر رکھ لینا، مگر مجھے ہی مت کھلا دینا" وہ ہنس کر بولا۔

"ارے یہ کیسی باتیں کرتے ہیں بھیا" وہ تینوں ترکیب سوچ کر کے باہر نکل گئے۔ وہ سب بہت خوش نظر آرہے تھے۔

اور پاشو کے موہنہ سے حسرت بھری آہ نکل گئی۔

اس بار اپریل فول ڈے کا مزہ بھلا اسے کیا آئے گا۔ کیا عجیب لطف آتا ہے، جب چاکلیٹ کے بدلے میں کوئی صابن کھاتے اور اس کے موہنہ سے جھاگ نکلنے لگیں۔ مگر وہ اس بار کچھ بھی نہیں کرسکتا بس دور سے اپنے کمرے میں لیٹا لیٹا دیکھتا رہے گا۔

دوسرا دن قہقہوں کا طوفان لے کر آیا۔

گھر میں سب سے پہلے بڑے بھیا نے وہ چیونگم کھائے اور پھر سارا گھر ان کی اخ تھو کی آواز سے گونجنے لگا۔ وہ دیوانوں کی طرح باتھ روم میں گھسے، کلّیاں اور غرارے کر رہے تھے۔ زرینہ، منّو اور چمن قہقہے لگا رہے تھے اور ان کا ساتھ امّی اور باجی نے بھی دیا تھا۔

کچھ دیر میں پاشو کے تین دوست آگئے۔

"آج تو ٹھیک نظر آرہے ہو، چلو اچھا ہوا"

"میں تمہارے لئے دہی بڑے لایا تھا۔ جادی نے کہا اور پلیٹ اس کی طرف بڑھادی۔

"اور دیکھو میں تمہارے لئے بنگالی رس گلے لایا ہوں اب تو تمہاری طبیعت ٹھیک ہے کھا سکو گے نا" شفن نے ایک اور پلیٹ اس کی طرف بڑھادی۔

"مگر بھئی مجھے ڈاکٹر نے یہ سب چیزیں کھانے کو منع کر دیا ہے۔ میں دوبارہ بیمار نہیں ہونا چاہتا" پاشو نے کہا اور دونوں پلیٹیں تپائی پر رکھ دیں۔

"ارے یار کھا بھی لو، ایسا بھی کیا پرہیز، اور پھر کسی کو کیا معلوم ہوگا"
جادی نے زور دیا۔

"ارے معلوم ہونے کی بات مت کرو۔ امی ہر وقت خبر رکھتی ہیں، وہ تو کہو ڈاکٹر صاحب کو کہ انہوں نے میٹھی چیزیں کھانے کی اجازت دے دی ہے ورنہ میں تو مر گیا ہوتا۔"

"تو پھر میرے رس گلے تو ضرور کھاؤ گے"، شفّن خوش ہو کر بولا۔

"ارے نہیں بابا! ڈاکٹر صاحب نے ایک خاص شربت دیا ہے دیکھو وہ بکونی بوتل میں کیا رکھا ہے، میں اس کے علاوہ کوئی میٹھی چیز نہیں لے سکتا۔"

جادی اور شفّن نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہے ہوں محنت ضائع ہو گی۔

"کیا تم دونوں وہ شربت پینا پسند کرو گے؟"

"ہاں ہاں ضرور" دونوں نے ایک آواز ہو کر کہا "لیکن تم بھی تو ایک رس گلّا کھا لو۔" "نہیں بھئی مجھے تو معاف ہی رکھو۔" پاشو نے تپائی سے بوتل اور گلاس اٹھاتے ہوئے کہا، اور شربت گلاس میں انڈیلنے لگا۔

اور دونوں گلاس اس نے جادی اور شفّن کو دے دئے۔

دونوں نے گلاس ایک ساتھ موہنہ کو لگائے، پھر دونوں نے ساتھ ساتھ ایک چسکی لی۔ مگر پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ان دونوں کے موہنہ پھولے ہوئے غبّارے کی طرح تھے، اور آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

اور پھر دونوں نے ایک ساتھ کلّی بھی کر دی۔

"بن گئے ——" ان کے موہنہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پاشو پہلی بار دل کھول کر ہنسا۔

بات یہ تھی کہ رات اس نے اپنی کڑوی دوا گل برگ کی بوتل میں بھر کر رکھ لی تھی اور شربت کے بدلے میں اس نے وہی دوا دونوں کو پلا دی تھی۔

■ ■

کشیدہ کاری اور خانہ داری کی بہترین کتابیں

شمع کشیدہ کاری

جس میں پچھو گرام تکیے کے اشعار، سلمہ ستارے اور موتیوں کا کام۔ کروشیا اور کراس اسٹچ کے ڈیزائن اور طغرے، جمپر اور قمیصوں کے گریبان، کرتوں کی بیلیں، تکیے کے غلاف اور سوئٹروں کے لئے بوٹیاں اور مونوگرام، شلوار کی موریوں کی بیلیں، مشہور اور تاریخی عمارات کے نقشے۔ ساڑھیوں اور دوپٹوں کے لئے بوٹے اور بیلیں غرضیکہ شمع کشیدہ کاری ایک ایسی مکمل اور جامع کتاب ہے جسے بہنیں اپنے پاس رکھ کر فخر محسوس کریں گی اردو اور ہندی میں قیمت ۴ روپے ۵۰ نئے پیسے

زینت کشیدہ کاری

بیگم زینت کوثر کی ترتیب دی ہوئی اور فوٹو آفسیٹ کے طریقے پر چھاپی گئی کشیدہ کاری سے متعلق ایک ایسی لاجواب کتاب جس میں ہندوستان، پاکستان، ترکی، عرب، مراکش ور فرانس کی خوش ذوق خواتین کے دل پسند نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ کئی طریقوں سے کاڑھنے کے ڈیزائنوں کے علاوہ رنگوں کے انتخاب کے اصول، اور مختلف ٹانکوں کا استعمال بڑی وضاحت سے سمجھایا گیا ہے۔ ہر اچھے گھرانے میں زینت کشیدہ کاری کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

اردو ہندی میں قیمت ۵ روپے ۵۰ نئے پیسے

رشیدہ کی کشیدہ کاری

کشیدہ کاری کے نئے نئے ڈیزائن، عمدہ بوٹیاں، لاجواب بیلیں، کراس اسٹچ کٹ ورک، موتیوں کا کام، مونوگرام، سینریاں، تکیے کے اشعار اور ڈیزائن، پیچی کوٹ کے بارڈر، قمیصوں کے گلے، کٹ ورک، سموکنگ، لیزی ڈیزی، موتیوں کا کام، غرضیکہ رشیدہ کی کشیدہ کاری ایک ایسی مکمل اور جامع کتاب ہے جس کی مدد سے نو آموز بہنیں بھی بڑی آسانی سے اپنے حسب پسند ڈیزائن بنا سکتی ہیں،

اردو ہندی دونوں زبانوں میں قیمت ۳ روپے ۵۰ نئے پیسے

حسین کشیدہ کاری

کشیدہ کاری کی ایک ایسی لاجواب کتاب جس میں جدید و قدیم ہر قسم کے ڈیزائن موجود ہیں۔
قیمت ۲ روپے ۵۰ نئے پیسے

دلہن کشیدہ کاری

دلہن کی طرح مرصع اور دیدہ زیب کشیدہ کاری جس کے بہترین نمونے آپ کا دل لبھائیں گے۔ (معہ اونی کام سلائیوں سے)
قیمت ۲ روپے ۵۰ نئے پیسے

قدسیہ کشیدہ کاری

کشیدہ کاری کے عمدہ اور نئے نئے ڈیزائن حاصل کرنے کے لئے یہ کشیدہ کاری ضرور طلب کریں۔
قیمت ایک روپیہ

رائل کشیدہ کاری

اپنے کپڑے کو رشک ارم بنانے کے لئے یہ کشیدہ کاری ضرور منگائیے۔ اس میں اچھوتے نمونے شامل ہیں۔
قیمت ۲ روپے

شبنم کشیدہ کاری

شبنم کی طرح لطیف اور ہمیشہ کام آنے والی کشیدہ کاری جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔
قیمت ایک روپیہ

کامیاب درزی خانہ

زینب انور کی ترتیب دی ہوئی درزی خانے سے متعلق مکمل اور جامع کتاب۔ ہر قسم کے کپڑوں کی تراش نہایت آسان پیرائے میں سمجھائی گئی ہے۔ اس کتاب کی مدد سے بہترین ڈیزائن کے کپڑے گھر بیٹھے تیار کئے جا سکتے ہیں۔ قیمت ۲ روپے۔

رضیہ کا شاہی دسترخوان

ہر ملک کے کھانوں کی تیاری اور مسالوں کے وزن آسان زبان میں پیش کئے گئے ہیں۔ شاہان مغلیہ سے شاہان انگلشیہ تک کے لذیذ کھانوں کی تیاری کے طریقے صرف کثیر کے بعد مخصوص لوگوں سے حاصل کر کے قلم بند کئے گئے ہیں سینکڑوں قسم کے نمکین اور میٹھے کھانے اور پکانے کی ترکیبیں پوری طرح لکھی گئی ہیں۔ ہر عورت کے پاس کم از کم ایک نسخہ ضرور ہونا چاہیے۔ قیمت ۲ روپے ۵۰ نئے پیسے

سلائی کٹائی کی کتابیں

درزی ماسٹر (دوست درزیاں)	۲-۵۰	اوشا کٹائی کلا	۸-۵۰
درزی ماسٹر (جہیز ایڈیشن)	۳-۰۰	اوشا نیو ٹیلرنگ فیشن بک	۴-۵۰
سلائی کٹائی گائڈ	۳-۵۰	کٹائی شکشا	۳-۲۵
ٹیلر ماسٹر	۵-۸۷	شلپ کلا شکشا	۴-۵۰
شکنتلا کٹائی کلا	۳-۷۵		

دستی، کڑھائی و کشیدہ کاری

اوشا کشیدہ کاری	۲-۰۰	بیل بوٹے	۱-۰۰
ادھونک دستی کڑھائی شکشا	۳-۰۰	جنرل کشیدہ کاری	۲-۰۰
اوشا کشیدہ کاری	۴-۰۰	شیشے کا کام	۰-۷۵
سندر کشیدہ کاری	۱-۲۵	موتیوں کا کام (فرنچ نوٹس)	۰-۵۰
شانتا کشیدہ کاری	۱-۲۵	بیک اسٹچ اور رن اسٹچ	۱-۲۵
نرگس کشیدہ کاری	۲-۰۰	لیزی ڈیزی کراس اور لوپ اسٹچ	۰-۷۵
سوشیلا کراس اسٹچ ورک	۳-۰۰	کروشیا کا کام	۰-۷۵
رانی کشیدہ کاری	۴-۰۰	مونوگرامز	۰-۷۵
پشپا گھریلو مکمل کڑھائی	۳-۰۰	کٹ ورک	۰-۵۰
پشپا گھریلو مکمل کڑھائی حصہ ۲	۳-۰۰	جالی کا کام	۰-۵۰
بڑا جالا کام	۱-۰۰	مشین ورک	۱-۰۰
انگلش پھول	۱-۲۵	نہلا کشیدہ کاری	۳-۰۰

بانو بک ڈپو۔ آصف علی روڈ۔ نئی دہلی

قمر برنی

شاعر کا بیٹا

میں ہوں چنچل، اور کھلاڑی پڑھنے سے گھبراتا ہوں
تختی، بستہ ساتھ میں لے کر چلنے سے شرماتا ہوں
بینجو، پیانو، طبلہ، سرنگی سیکھنے اکثر جاتا ہوں
بڑھ جائے کچھ مشقِ سخن میں فلمی گانے گاتا ہوں
میں ہوں اک شاعر کا بیٹا میری ہے ہر ادا نرالی

بھائی، بہن، ماں، باپ بچارے تان کے چادر سوتے ہیں
کاغذ پنسل ہاتھ میں لے کر فکر کیا کرتا ہوں میں
شوق سے کہہ دے کوئی مجھ کو وحشی، پاگل، دیوانہ
سازِ غزل پر سارے جہاں کا ذکر کیا کرتا ہوں میں
میں ہوں اک شاعر کا بیٹا میری ہے ہر ادا نرالی

مائل ہوں غالب کی روش پر ذوق کی پختہ کاری پر
میر کا کچھ انداز چرا کر غزل کی شان بڑھاتا ہوں
شعر کی بارش ہوتی ہے الہام سا مجھ کو ہوتا ہے
آتش کے اندازِ بیاں کو کچھ کچھ جب اپناتا ہوں
میں ہوں اک شاعر کا بیٹا میری ہے ہر ادا نرالی

میر تھے دادا، غالب چاچا، ذوق ہمارے ماموں تھے
حسب نسب سے ترکہ ورثہ ان لوگوں سے پہنچا ہے
نام سے دنیا فیض اٹھائے، میں پیچھے کیوں رہ جاؤں
میں بھی اک استاد بنوں گا یہی طریقہ سوچا ہے
میں ہوں اک شاعر کا بیٹا میری ہے ہر ادا نرالی



رفیعہ جمال



اُف ہماری باجی

"شنو!"

- اُفوہ شنو! سنو بھی "

" ہوں!"

" ڈیڈی قلاقند لائے ہیں"

"تو میں کیا کروں؟

"تم نہیں کھاؤ گی؟

"نابابا — ! ہم نہیں جائیں گے ایسے کاموں میں۔ میں ابھی جاکر امّی سے کہدوں گی۔"

"کیوں؟"

"کل جو تم نے مٹھائی چرانے کی میری جھوٹی شکایت کردی تھی "

"پھر تم نے بھی تو حامد کو گدھو کہا تھا"

"پہلے اُس نے کیوں میری گڑیا کی ناک چپکا دی تھی؟"

"اچھا! اور تم نے جو اس دن میرے بستہ میں مینڈک رکھ دیا تھا۔

"اُس سے پہلے تم نے میری سہیلی ریحانہ کو بھینس کہا تھا"

"لیکن تم نے جمیل کے کیمرے کی فلم کیوں خراب کی تھی اپنی گڑیوں کی تصویریں لے کر؟"

" پھر اُس نے مجھے بلی کیوں کہا تھا۔

" اچھا بھئی جانے دو۔ تم تو باقاعدہ شکایتوں کا پلندہ جمع کئے ہوئے ہو۔ اب ختم بھی کرو جھگڑا۔ مان جاؤ نا؟"

" نہیں —— ! میں امّی سے جاکر ابھی تمہاری شکایت کروں گی۔ یہ روز روز جو مجھ پر الزام لگائے جاتے ہیں میں انہیں برداشت نہیں کر سکتی —— روز ہی باجی ناشتہ پر تمہارے ساتھ میرا بھی نام لے دیتی ہیں۔ باجی تو مٹھائی کم ہی کھاتی ہیں سب کو معلوم ہے۔ سوائے تمہارے "

" دیکھو شنو! میں تمہاری مکاری سمجھنے لگا ہوں۔ روز مٹھائی تم چراتی ہو یا میں؟ پہلے اپنے دل سے یہ پوچھو اور بعد میں مجھے کہو۔"

"تم چراتے ہو"

"نہیں تم"

"پتہ نہیں کدھر سے کھا جاتے ہو؟ کبھی دکھائی نہیں دیتے ـــــ ورنہ....."

"خود ہی معلوم نہیں کدھر سے مار کر کھا جاتی ہے۔ کسی دن دیکھ لوں تو چوٹیا پکڑ کر گھما دوں"

"میں ڈیڈی سے تمہاری شکایت ضرور کروں گی آج رات کو کھانے پر"

"اور میں امی سے کہہ کر اتنا پٹواؤں گا تجھے کہ ساری شیخی بھول جائے گی"

"امی کے آتے ہی میں کمرے سے بھاگ جاؤں گی"

"ڈیڈی کے آنے تک میں بھی سو جاؤں گا"

"اچھا یہ بات ہے؟ تو یہ لو ـــ امی! یہ رشید بھیا مجھ....."

"ارے نہیں شنو!! چپ بھی ہو جا۔ میں اب تجھے نہیں ستاؤں گا"

"ریحانہ کو بھی بھینس نہیں کہو گے؟"

"نہیں ـــــ! پھر تم بھی حامد کو گڈو نہ کہنا"

"اور تم۔ آئندہ سے میری گڑیا کو نہ چھیڑنا"

"اچھا جناب! جو آپ کا حکم ہو گا وہی کروں گا۔ اب تو راضی ہو جاؤ۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر ہر بات منوا رہی ہے۔ جاؤ جلدی سے دیکھ آؤ کہ امی کہاں ہیں اور وہ آفت کی پرکالہ باجی کیا کر رہی ہیں؟"

"ہونہہ! یہ ہوئی کچھ بات"

امی تو بیٹھی کتاب دیکھ رہی ہیں۔ اور باجی پڑی خراٹے لے رہی ہیں"

"بہت اچھا موقع ہے"

"لیکن ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ قلاقند کہاں رکھی ہے؟"

"مجھے سب معلوم ہے۔ ڈرائنگ روم کے برابر والے کمرے میں جو کونے میں بڑی الماری ہے نا؟ بس اسی میں امی نے رکھ دی تھی"

"مگر باجی دیکھ لیں تو؟ غضب ہی ہو جائے گا۔ سارا گھر شور مچاتی پھریں گی۔ نہ جانے باجی کیوں تمہارے ساتھ میرا پیچھا اٹھائی ہوئی ہیں؟"

"اف! شنو!! جلدی سے اس پلنگ پر آنکھیں بند کر کے لیٹ جا ـــــ امی آ رہی ہیں"

"کیا بھیا امی چلی گئیں؟"

"ہاں! شکر ہے چلی گئیں۔ اب تو وہ چار بجے سے پہلے نہیں اٹھیں گی"

"لیکن اگر باجی جاگ جائیں تو؟"

"ارے چھوڑو بھی۔ انہیں کوئی ہماری طرح مٹھائی تو چرانی نہیں جو جاگتی رہیں یا اس دھوپ میں اٹھیں"

"تو پھر چلو"

"مگر دیکھئے رشید بھیا! کہیں آپ مجھے نگرانی کے لئے کھڑا کر کے دریں ساری قلاقند نہ چٹ کر جائے گا"

"نہیں نہیں ـــــ دونوں برابر کھائیں گے"

"تو پھر چلو نا؟"

"چلو"

"لیکن بھیا! کہیں امی نہ دیکھ لیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے ـــــ"

"بڑی پارسا بنتی ہو ـــــ جیسے روز روز میں ہی تو مٹھائی کھاتا ہوں"

"دیکھئے رشید بھیا! آپ نے پھر چوری کی بات چھیڑی ـــــ چوری تو خود کرتے ہیں اور الزام مجھ پر کیوں رکھتے ہیں؟؟"

"کبھی نہ کبھی چوری پکڑ کر بتاؤں گا تمہاری تو"

"اور میں نے بھی یہی ارادہ کر رکھا ہے ضرور پکڑوں گی رنگے ہاتھوں"

"اچھا دیکھ لیں گے ـــــ کون کس کو پکڑتا ہے ـــــ اب تو چلو"

"لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے"

"ارے نہیں منی! ابھی لے کر آ جائیں گے ـــــ خاموشی سے چلو۔ آواز مت کرنا"

"چل تو رہی ہوں۔ لیکن کہیں کوئی دیکھ نہ لے ـــــ؟"

"روز ایسے کیوں نہیں ڈرا کرتیں؟ ـــــ میرے سامنے بڑی بلی بن رہی ہو"

"تم کو ہی چرا چرا کر عادت پڑ گئی ہے۔ دیکھو کیسے ڈھیٹ بنے جا....."

"ارے شنو!"

"ہائیں یہ کیا رشید بھیا!!"

"دیکھ رہی ہو تم؟"

"ہاں! اُف!! باجی کیسے جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی ہیں قلاقند پر ـــــ"

■ ■

سیبوں کی قیمت

للو اور گلو گہرے دوست تھے۔ ہر وقت ساتھ رہتے۔ للو کو زور کا زکام ہو گیا۔ بار بار چھینکیں آتیں ڈاکٹر نے اسے دوا دی اور سیب کھانے کو کہا۔
















کیا زندگی ہے! آج ایک بھی تو شکار ہاتھ نہیں لگا!
للو جلدی بھاگو۔ کہیں چھپ جانا چاہیے


کیسے ڈراؤنے ٹھگ ہیں


یہ روپے تو اس درخت کے کھوکھلے تنے میں چھپائے دیتے ہیں
للو ذرا جلدی!
کہیں بدمعاش دیکھ نہ لیں


اے چھوکرو! ادھر آؤ
باپ رے مرگئے!


جو کچھ تمہارے پاس ہے، نکال کر ہمارے حوالے کر دو
ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں
آپ تلاشی لے کر دیکھ لیجیے


اگر کچھ شرارت کی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے
چلو تلاشی دو


ان کے پاس سے تو کچھ بھی نہ نکلا۔ بھاگو کم بختو!
جلدی آؤ للو

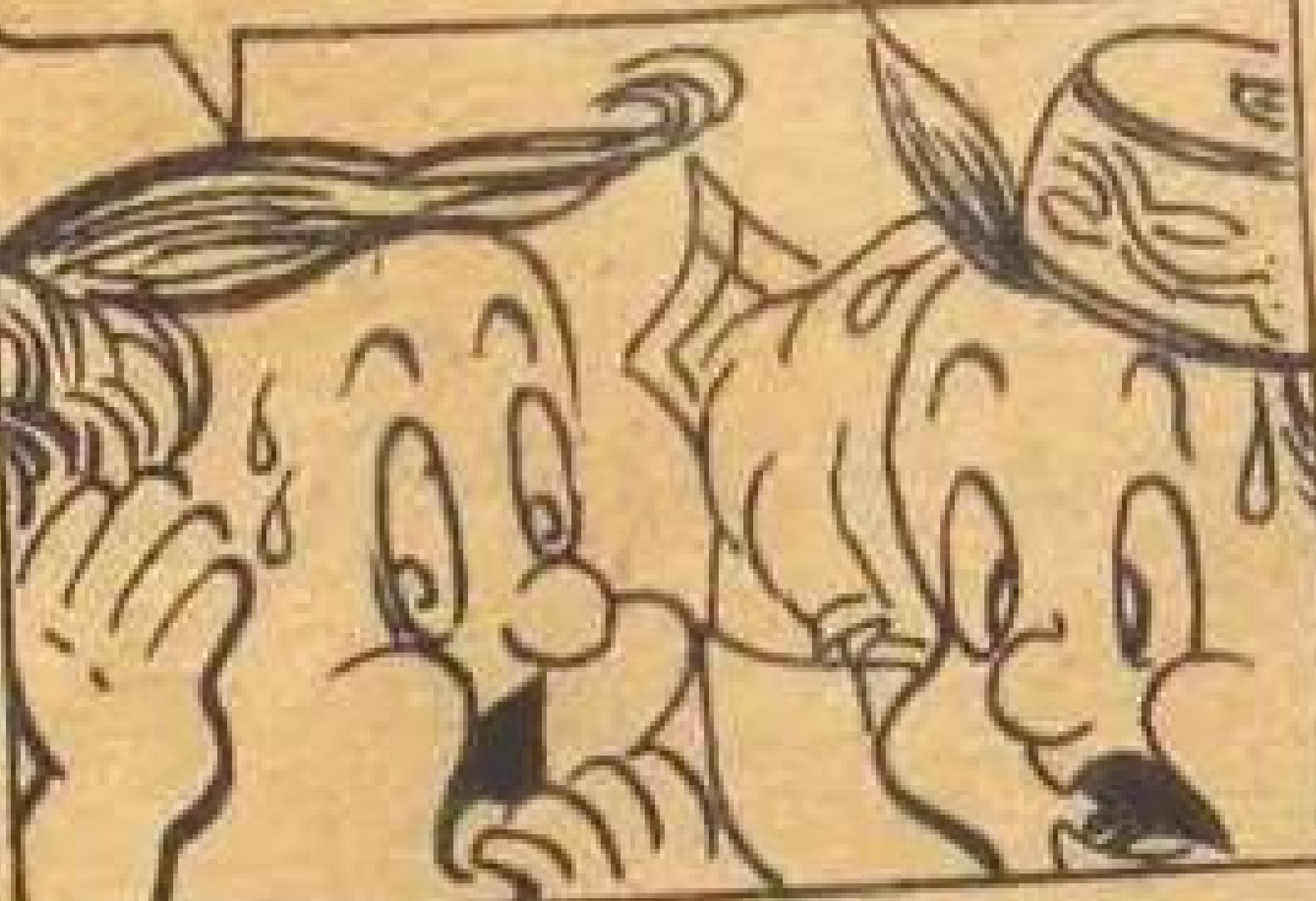

روپے کھوکھلے تنے سے نکال کر یہاں سے بھاگ نکلو



قلو اور گگو دونوں ڈر رہے تھے کہ کہیں بدمعاشوں کو روپوں کا پتہ نہ چل جائے۔ انہیں یہ بھی فکر تھی کہ روپے کس طرح وہاں سے نکالے جائیں۔ دیر ہو رہی تھی اور ٹھگ وہاں جم کر بیٹھنے کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔













میں تو آرام کرتا ہوں ۔ پاؤں پھوڑا ہو رہے ہیں

ہاؤ، ہاؤ...

ہائیں، یہ بھیڑیا کہاں بول رہا ہے!

ہاؤ، ہاؤ....

کم بخت نہ جانے کہاں چھپ گیا!

اور پھر کہیں بھیڑیا بھی بول رہا ہے واپس چلو

ہاؤ، ہاؤ....

ہاؤ، ہاؤ! ہاؤ، ہاؤ! ہاؤ....

یہ کس نے پھینکا؟ کس کم بخت کی شامت آئی ہے

ذرا دیکھنا تو چاہیے

ہاؤ، ہاؤ.... ہاؤ، ہاؤ....

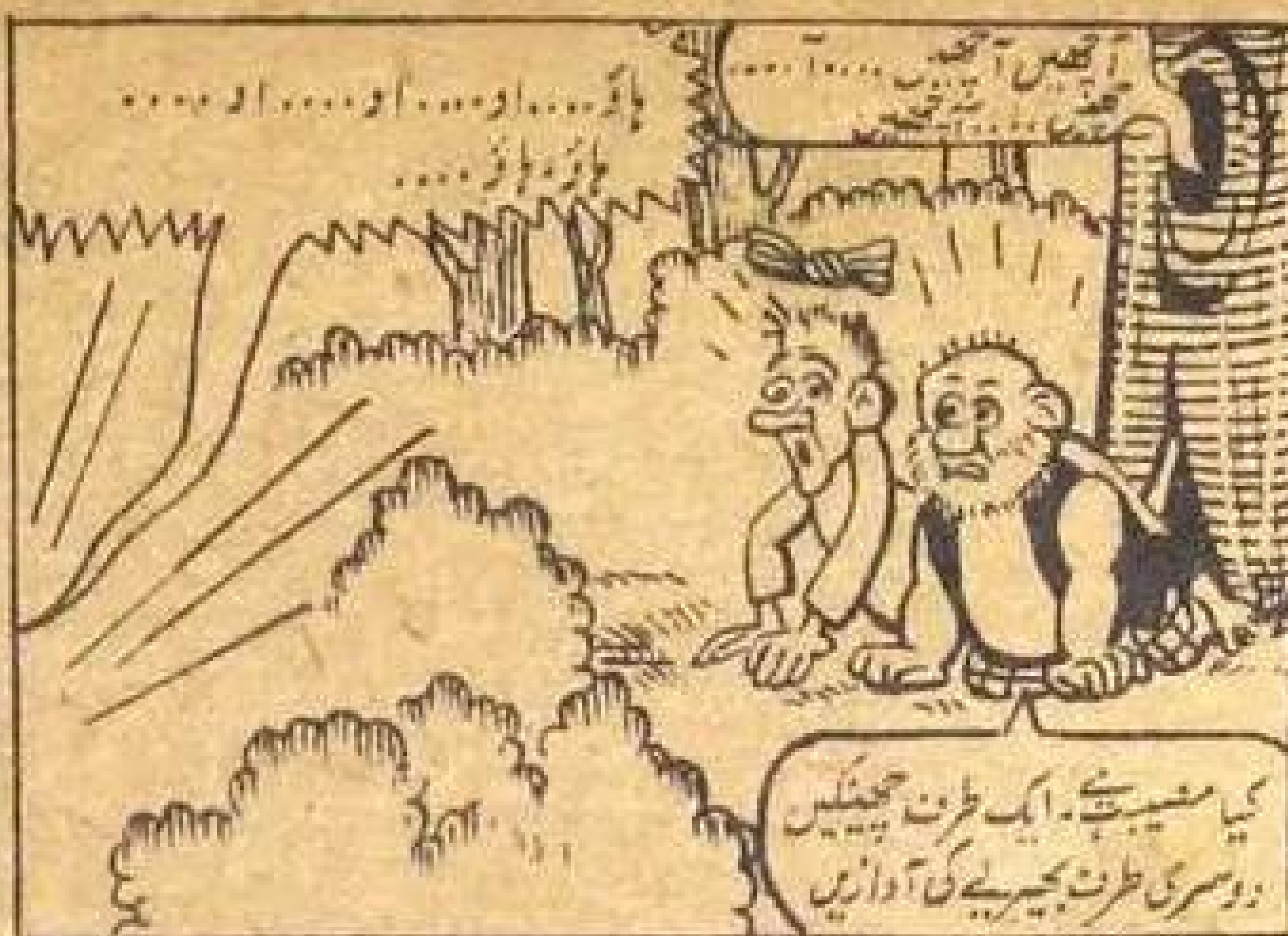
بھیڑیا کہیں قریب ہی ہے یہاں رکنا ٹھیک نہیں

ہاؤ، ہاؤ.... ہاؤ، ہاؤ.... ہاؤ، ہاؤ.... ہاؤ ہاؤ....

بھاگو، کوئی اور ٹھکانہ ڈھونڈو!

جلدی.... کہیں موت کے مونہہ میں نہ پہنچ جائیں

ہاؤ، ہاؤ.... ہاؤ، ہاؤ.... ہاؤ، ہاؤ.... ہاؤ، ہاؤ....


آچھیں آچھیں ...... آ ......
ہاؤ ... او ... او ... او ...
ہاؤ ، ہاؤ ....
کیا مصیبت ہے۔ ایک طرف چھینکیں دوسری طرف بھیڑیے کی آوازیں


ہاؤ ... او ..... او .....
کیا آفت ہے
کدھر جائیں؟ آواز قریب ہی سے آ رہی ہے


ہاؤ ... او .... او .... ! ہاؤ ... او .... او .... ! ہاؤ ... او ... او .... !


مر گئے! اب یہ بھیڑیے کھا کر ہی رہیں گے۔
اچھا - تو یہ تھا بدمعاش!


لینا، پکڑنا ـــــ جانے نہ پائے
بدمعاش نے ناک میں دم کر دیا۔


ارے! سچ مچ کے بھیڑیے! اب آئی موت


چلو، اسی پیڑ پر ....
آچھیں .... آچھیں .... آچھیں ....


آچھیں..... چھیں..... چھیں
باپ رے! اندر کوئی ہے! شاید ان ہی چھوکروں میں سے ایک۔


آچھیں..... آچھیں..... آچھیں


آچھیں..... آچھیں
وہ بھاگا بدمعاش


لو! وہی ترکیب! بیل پکڑ کے آجاؤ!
ابھی لو.....


ہمت مرداں..... آچھیں
ہاؤ، ہاؤ..... غر.....


ہیاؤ.....
ہیاؤ.....
لو بھئی! بھیڑیے تو گئے غار کے جہنم میں


آج ان چھوکروں کی مرمت کر کے ہی دم لینا ہے۔
ایک تو ہاتھ کچھ نہیں لگا۔ دوسرے ان منحوسوں نے ہلکان کر ڈالا۔



ارے مرا! روکو!
ہائے .... موت کا ....



.... غار



اُف! اندر کتنی بھڑیں ہیں!



ارے چھوکرو، ہمیں بچاؤ ....
اس دوزخ سے نکال لو



ابھی نکالتے ہیں ....
چلو ٹلو بھگاتے ہیں
چلو انہیں سپاہی ہی نکالیں گے!



تھانے دار صاحب جلدی .... بدمعاش گڑھے میں پھنسے پڑے ہیں۔ انہیں چل کر پکڑ لیجیے
پولیس چوکی



اوہ .... اچھا! چلو پھر جلدی چلو
آئیے ....



ان ٹھگوں نے علاقے میں بہت خوف پھیلا رکھا تھا ....
اب ہتکڑیاں پڑیں گی تو مزہ آئے گا۔



یہ ڈھیر سے سیب تو بدمعاشوں کو پکڑوانے کے انعام میں مفت ہی مل گئے!



پروین: بے بی کیوں رو رہی ہے عذرا؟

عذرا: کچھ سیکھنا نہیں چاہتی بڑی شریر ہے۔

پروین: کیا مطلب؟

عذرا: میں نے اس کے ہاتھ سے ٹافی لے کر یہ بتانے کے لئے موںہہ میں ڈال لی کہ اسے کیسے کھانا چاہئے۔ بس اتنی سی بات پر بگڑ گئی۔

سعید اشرف، کراچی

باغبان: ارے یہ پودے کیوں توڑ رہے ہو؟

لڑکا: کیوں کہ بورڈ پر لکھا ہے کہ "پھول توڑنا منع ہے"!

زاہد اختر غوری، فیروز آباد

باپ: بیٹا میں باہر جا رہا ہوں اگر انور صاحب آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ ابا شام کو انھیں گھر پر ملیں گے۔

بیٹا: اور اگر وہ نہ آئیں تو کیا کہوں؟

محسن انجم بھیونڈی

مالک: تم کو جس کام کے لئے بھیجا تھا تم نے وہ کیوں نہیں کیا؟

نوکر: حضور میں بھول گیا تھا۔

مالک: (غصے سے) اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ میں ایک گدھے کو بھیج رہا ہوں تو میں خود ہی چلا جاتا۔

مس رعنا جمال، بمبئی

ماسٹر: امتحان میں ماسٹر صاحب نے لڑکوں سے پوچھا "سب سوال تمہاری سمجھ میں آ گئے۔ اگر نہ آئے ہوں تو پوچھ لینا"۔

ایک لڑکا: سوال تو سب سمجھ میں آ گئے ہاں جواب سمجھ میں نہیں آئے۔

اکرام الحسن کاظمی، گریڈیہہ

بچہ: (امتحان ہال میں) ماسٹر صاحب ابا جان کے پاس امتحانی فیس کے لئے ایک خط لکھنا ہے اگر اجازت دیں تو یہ خط بھائی جان کے نام لکھ دوں۔

ماسٹر: کیوں بھائی جان کے نام کس لئے۔

بچہ: ابا جان آج کل گھر پر نہیں ہیں جناب۔

کلیم الدین خاں شمسی، بتیا چمپارن

مقرر: مجھے افسوس ہے کہ میں بہت دیر تک بولتا رہا۔ دراصل آج میں اپنی گھڑی گھر بھول آیا ہوں۔ اس وجہ سے وقت کا اندازہ نہیں ہوا۔

سننے والوں میں سے ایک: مگر جناب دیوار پر ایک کلینڈر تو لگا ہوا تھا آپ نے ہی

دیکھ لیتے ۔

پرساز، راے بریلی

دُکاندار: جناب کل جو آپ چوہے مارنے کی گولیاں لے گئے تھے کیا اس سے سب چوہے مر گئے ؟

خریدار: نہیں — میں ساری رات گولیاں چوہوں پر مارنے کی کوشش کرتا رہا لیکن ایک مرتبہ بھی کامیابی نہیں ہوئی۔

شکیل احمد، بلند شہر

"تمہارا بیٹا جے کشن امریکہ گیا تھا وہاں کیا کرتا ہے ؟"

"اُس نے خوب ترقی کی ہے نام پیدا کر لیا ہے ؟"

"کیا مطلب ؟"

"اُس نے اپنا نام بدل کر جانسن رکھ لیا ہے جو کہ وہاں کے صدر کا نام ہے"

اے سنہا

استاد: بتاؤ افریقہ کو تاریک براعظم کیوں کہا جاتا ہے۔

بلال: اس لئے کہ وہاں کے باشندے کالے ہوتے ہیں

انوار اللہ دارجلنگ

حسین: (مختار سے) کیا کھا رہے ہو دوست ؟

مختار: بھئی اس دنیا سے تنگ آگیا ہوں اس لئے زہر کھا رہا ہوں۔

حسین: (ایک لڈو چھین کر کھاتے ہوئے) تو پھر میں تمہارے بغیر زندہ رہ کر کیا کروں گا۔

انجم قریشی، دھنباد

اکرم: (اسلم سے) مولوی صاحب اور ماسٹر صاحب میں کیا فرق ہے ؟

اسلم: (اکرم سے) مولوی صاحب داڑھی رکھتے ہیں اور ماسٹر صاحب داڑھی نہیں رکھتے۔

انوار مجید، کلکتہ

مہمان: بے بی! کیا یہ سلیم صاحب کا گھر ہے ؟

بے بی: نہیں تو۔

مہمان: لیکن دروازے پر جو سلیم لکھا ہوا ہے۔

بے بی: ارے یہ تو دروازے کا نام ہے۔

بی۔ نیاز احمد نازنیق، بنگلور

پبلشر: مجھے افسوس ہے کہ آپ کی کتاب شائع نہ کر سکوں گا اصل میں ہم صرف مشہور مصنفوں کی کتابیں ہی شائع کرتے ہیں۔

نیا مصنف: جناب میرا نام پریم چند بھی بہت مشہور ہے۔

غزالہ رحیم، کانپور

استاد: (نوشیرواں سے) بتاؤ نوشیرواں، لفظ "مسئلہ" کی جمع کیا ہوگی ؟

نوشیرواں: جی، مسالہ!

زکریا تاباں، کلکتہ ۱۲

ڈاکٹر: تمہاری کھانسی کی آواز آج بہتر ہے۔

مریض: ہاں — ساری رات کھانستے کھانستے عادت جو پڑ گئی ہے۔

واجد رضا، لکھنؤ

حمید: (سلیم سے) تم ڈاکٹر کے یہاں گئے تھے۔ ڈاکٹر نے کیا کہا ؟

سلیم: ڈاکٹر نے کہا ہے کہ لیٹ کر نہ پڑھا کرو۔

حمید: پھر تم نے کیا کیا۔

سلیم: میں نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔

عبدالمعبود، مرادآبادی

جج: (ملزم سے) تم نے منی آرڈر کلرک پر کیوں حملہ کیا۔

ملزم: حضور میں نے ایک سو روپے اپنے رشتے دار کو بھیجنے کے لئے دیئے تھے اور اس نے روپے بھیجنے کے بجائے ایک بکس میں رکھ لئے۔

بدیع الزماں خاں سارن ●●



۱۔ چار لکڑیاں بارہ ٹکڑے

کیا آپ چار لکڑیاں اس طرح رکھ سکتے ہیں کہ چار دفعہ کلہاڑی مارنے پر بارہ ٹکڑے ہو جائیں۔

زاہد اختر غوری، فیروز آباد

۲۔ کتنے روپے

تین پنسلوں کی قیمت ۳ آنے ہے تو بتایئے ایک کروڑ ننانوے (۹۹۔۔۔۔۱۰) درجن کی کیا قیمت ہو گی؟

یاسمین امین مالیگاؤں ناسک

۳۔ میں کون ہوں؟

میں انڈوں سے بنی ہوئی وہ کون سی چیز ہوں جسے آپ روزانہ ناشتہ پر کھاتے ہیں۔ اگر میرے نام میں سے پہلے دو حروف ہٹا دیئے جائیں تو تمہیں اسکول پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے اور اگر آخری تین حروف ہٹا دیئے جائیں تو آپ کا پسندیدہ پھل بن جاتا ہے؟

حسن جمال چھیپا، بیلاڑہ

۴۔ عجیب بھوت

وہ کون سا ایسا بھوت ہے جو بے جان ہے نہ کوئی اس کی شکل ہے اور نہ صورت۔ نہ وہ چل سکتا ہے نہ پھر سکتا ہے اور نہ ہی اڑ سکتا ہے۔ پھر بھی ہمارے سروں پر منڈلاتا رہتا ہے۔

مصطفےٰ احسن، مراد آباد

۵۔ خطرناک ہتھیار

بتایئے وہ کون سا مشہور ہتھیار ہے جس کے پہلے تین حرف ہٹا دینے سے وہ ہندوستان میں راجستھان کے مشہور شہر کا نام بن جاتا ہے۔ اس کے پہلے چوتھے اور پانچویں حرف کو جوڑ کر پڑھا جائے تو یہ چھوٹے بچوں کے مونہہ میں پہنچ جاتا ہے اور بعض اوقات تو بڑے بھی اسے نہیں روک سکتے۔ اور اگر اس کے پہلے اور تیسرے حرف کو جوڑ کر پڑھا جائے تو یہ لہر کے ہم معنی لفظ بن جاتا ہے۔ اور اگر اس کے تیسرے چوتھے اور چھٹے حرف کو جوڑ کر پڑھا جائے تو یہ اردو زبان کا ایک حرف بن جاتا ہے۔ جس کا اُلٹا بھی وہی ہوتا ہے۔ اور ہاں اگر اس کے تیسرے چوتھے اور ساتویں حرف کو جوڑ دیا جائے تو اس کا مطلب حملے کو ظاہر کرتا ہے۔

سعید اشرف، کراچی

۷۔ باجے کا کمال

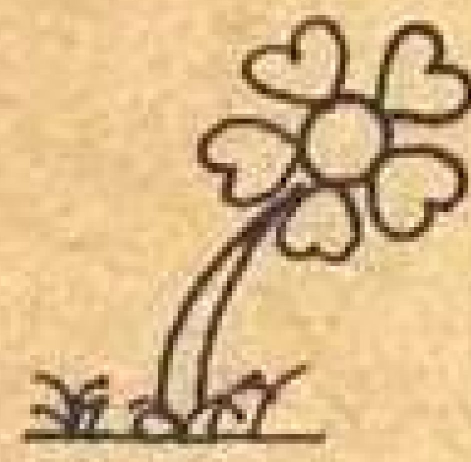
وہ کون سا باجہ ہے جس کے پہلے دو حرف اور آخری حرف

ملادیں تو عدد بن جاتا ہے۔ اسی طرح پہلا اور آخری حرف جوڑ دیں تو جسم کا اُوپری حصہ بن جاتا ہے اور اگر دوسرا اور آخری ملادیں تو بھیگنے کے ہم معنی بن جاتا ہے۔ اور اگر پہلا کاٹ دیں تو دھات کی لمبی سی چیز بن جاتی ہے۔

——— احمد سراج محی الدین فاروقی پربھنی

۷— پھول کی قیمت

اس پھول کی قیمت کتنی ہے؟



——— مامون الرشید، بلیا

۸— کون سا صوبہ؟

وہ کون سا چار حرفی صوبہ ہے جس میں سے اگر پہلا حرف ہٹادیں تو گلے میں پہنے کا سامان بن جاتا ہے؟

——— قیصر عالم انصاری، سہسرام

۹— وہ کون ہیں؟

وہ کون ہیں جو زمین سے کافی بلندی پر رہتے ہیں۔ دن میں یہ انسانوں کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں مگر رات ہوتے ہی ان کی چمک دمک قابل دید ہوجاتی ہے۔ اگر ان کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں تو وہ فوراً زمین پر چلے آتے ہیں اور بجلی جلانے اور بہت سے دوسرے کاموں میں ان کا استعمال ہونے لگتا ہے۔

——— غلام غوث، بھاگلپور

۱۰— بتاؤ میں کون ہوں؟

میں بہو میں بھی ہوں۔ بیٹی میں بھی ہوں
میں ماں میں بھی ہوں۔ خالہ میں بھی ہوں
میں نانی میں بھی ہوں۔ نواسی میں بھی ہوں
میں بوا میں بھی ہوں۔ موسی میں بھی ہوں

——— شہزادی انور، عدن

۱۱— حاضر غائب؟

رات میں نے بتی بجھا کر سونے کا ارادہ کیا۔ مگر جیسے ہی بتی بجھی کوئی بغیر اجازت میرے کمرے میں داخل ہوگیا میں بہت پریشان ہوا اور اس کو پہچاننے کی غرض سے پھر بتی جلائی۔ مگر بتی کے جلتے ہی وہ کمرے سے غائب ہوگیا۔ بتایئے وہ کون تھا۔

——— عبدالستار بھکری، حیدرآباد

جوابات

۱—

۲— ۱۰۰۰۰۹۹ روپے

۳— آملیٹ۔ لیٹ آم

۴— امتحان

۵— ریوالور (الور، رال، رو، ماو، وار)

۶— ستار (شر، سر، تر، تار)

۷— ۵+۵+۵+۵+۵ = ۲۵

۸— بہار

۹— تارے، تار

۱۰— بانو

۱۱— اندھیرا

تمہارا خط ملا

محفوظ الرحمٰن، حیدر آباد

س آشی بھیا! مجھے گانا سیکھنے کا بہت شوق ہے بتائیے کس سے سیکھوں؟

ج تمہارے پڑوسیوں نے کیا قصور کیا ہے محفوظ؟

ناصر محمود، کراچی

س بھیا! سنا ہے آپ کے سر پر بال ہیں؟

ج ہاں بھئی —— اگر کراچی آئے تو تمہاری دوکان پر آکر تمہاری خواہش پوری کر دیں گے۔

محمد یحییٰ، سری نگر

س آج کل امریکہ کے وزیر اعظم کون ہیں؟

ج امریکہ میں صدر کی حکومت ہے وہاں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہے صدر کا ہاتھ بٹانے کے لئے وزیروں کی ایک جماعت ہوتی ہے ان وزیروں کو سیکریٹری کہا جاتا ہے۔ امریکہ کے سابق صدر جان کنیڈی کے قتل کے بعد لنڈن جانسن وہاں کے صدر ہیں۔

ایس۔ ایم مطیع، مظفر پوری

س الیاس بھیا۔ یہ بتلائیے کہ اگر کوئی دوست بن کر دشمنی پر تل جائے اور سمجھانے پر بھی وہ نہ سمجھے تو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے

ج دوستی اور بھلائی کا!

تاج فیروز خاں، دہلی

س آشی بھائی یہ الماری کا تالا کس نے ایجاد کیا ہے؟

ج شاید امی مٹھائی ہمیشہ تالے میں بند کر کے رکھتی ہیں —— ہمیں تم سے ہمدردی ہے تاج۔

ابو السلام، بلیا

س کیا آپ اس آواز کو پہچانتے ہیں۔ ڈھینچوں ڈھینچوں ——!

ج نہیں —— اب تم ہی اس کا مطلب بتا دو۔

رمیش چند، بریلی

س وائرلیس کا موجد کون ہے؟

ج مارکونی نے ۱۸۹۶ء میں ایجاد کیا۔

عبد القادر، چک منگلور

س کھلونا آخر اتنی دیر سے کیوں ملتا ہے؟

ج کوششیں کی جا رہی ہیں انشاء اللہ آئندہ یہ شکایت نہیں ہوگی۔

رابعہ بیگم، مسم پور، وانمباڑی

س الیاس بھیا مجھے ہر شب کو خواب میں چڑیلیں آکر ڈراتی ہیں، جلد بتائیے میں کیا کروں!

ج اپنے بچھونے کے پاس سے آئینہ ہٹا دو۔

امانت اللہ خاں نظمی، جھانسی

س الیاس بھیا! بس کیا بتاؤں اس دن ایک ڈگڈگی بجانے والے کے ساتھ آپ کو دیکھ کر مزا ہی تو آگیا۔

ج واقعی ہم بھی تمہارا ناچ دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

ایک کھلاڑی

س الیاس بھیا! بعض دعوتی کارڈوں پر وقت کے ساتھ A.M. یا P.M. لکھا ہوتا ہے اس کے کیا معنی ہیں؟

ج بے فکر رہو ان سے دعوت میں جانے پر کوئی فرق نہیں پڑتا

یہ فرانسیسی الفاظ ہیں .A.M اینی میریڈین اور .P.M پوسٹ میریڈیم کے مخفف ہیں ان کے معنی ہیں دوپہر سے پہلے اور دوپہر کے بعد۔

زکیہ سلطانہ، آمبور

س: اچھے بھیا! آپ میٹھی چیزیں زیادہ پسند کرتے ہیں یا نمکین؟

ج: تم ہمارے لئے دونوں قسم کی چیزیں بھیج سکتی ہو زکیہ!

تبسم شاہین، کلکتہ

س: بھیا میں نے کل رات خواب میں آپ کو مٹھائی دی تھی کہ بھابی کو دے دیں لیکن آپ نے خود ہی کھالی۔

ج: اپنی بھابی کے لئے اور بھیج دو۔

اشرف الحق ناز، کامٹی

س: الیاس بھیا انسان کی سب سے بڑی خواہش کیا ہوتی ہے؟

ج: اس کی سب خواہشیں پوری ہو جائیں۔

رابعہ بیگم، مسلم پور

س: بھیا ذرا جلد بتایئے ہندوستان کے نائب صدر کون ہیں!

ج: جناب ذاکر حسین۔

جمشید عالم خان، شاہ جہانپور۔میرٹھ

س: بھیا سب سے زیادہ آبادی کس ملک کی ہے۔

ج: چین کی۔

احمد دین، دہلی

س: اگر آپ کے سر پر بال نہ ہوتے؟

ج: تو تمہاری دوکان اور چمک جاتی کیونکہ ہم اپنے تمام دوستوں کو تمہاری دوکان کا پتہ بتا دیتے۔

محمد سلیم درانی، کلکتہ

س: ٹائپ رائٹر کس نے ایجاد کیا؟

ج: ۱۸۷۳ء میں سوس نے

رعنا، میرٹھ

س: آشی بھائی۔ لاؤڈ اسپیکر کو اردو میں کیا کہتے ہیں؟

ج: اردو میں اس کا بہت لمبا چوڑا نام ہے آلہ مکبر الصوت ——— ویسے تمہیں لاؤڈ اسپیکر کہنے میں کیا تکلیف ہوتی ہے رانا؟

سعیدا شرف۔ کراچی

س: آشی بھیا! سب سے پہلے جس استاد نے اپنے شاگرد کو مارا وہ کون سے ملک کا رہنے والا تھا۔

ج: اپنے شاگردوں کو مارنے کی بری عادت ہمارے ہندوستان اور پاکستان میں ہی ہے۔

اصغر علی۔ چک منگلور

س: بھیا "کھلونا" تو بچوں کا رسالہ ہے مگر ہمارے ڈیڈی بھی "کھلونا" شوق سے پڑھتے ہیں کیوں؟

ج: تمہارے ڈیڈی اسی برس سے کم عمر کے ہوں گے۔

محمد عتیق صدیقی، دہلی

س: کھلونا میں "ہماری البم" کے عنوان کے تحت چھپنے والی تصاویر کا کیا معاوضہ لیا جاتا ہے ———؟

ج: کچھ نہیں ——— ہماری البم میں شائع کرانے کے لئے ہر کھلونا بہن بھائی تصاویر بھیج سکتا ہے۔

نعیمہ خاتون، جھاجھوی

س: بھیا موسموں میں نمبر دیں
جاڑا، گرمی، برسات

ج: ویسے تو سبھی موسم اپنی جگہ اچھے ہیں لیکن ہمیں ان میں سے سردی زیادہ پسند ہے۔

مرزا شہریار چغتائی حسرت، گلبرگہ شریف

س: بے وقوف کی پہچان کیا ہوتی ہے؟

ج: وہ ہر ایک سے اپنی پہچان معلوم کرتا ہے۔

ایس۔ ایم۔ قیوم شاہد، نعمت پور

س: بھیا! کیا جانور بھی خواب دیکھتے ہیں؟

ج: اس سوال کا جواب تو تم زیادہ دے سکتے ہو۔

■■

ننھی منی کہانیاں

لڑائی

باجی اگر مجھے آدھی رات کو کام کے لیے کہیں تو میں انکار نہیں کرسکتا۔ اس وقت تو خیر صبح تھی۔ میں ہوم ورک کر رہا تھا کہ باجی ٹپک پڑیں۔ "جمال! ذرا رشیدہ بہن کو بلا کر لانا!"

"جو حکم باجی!" میں نے کہا اور فوراً قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔ بھلا باجی حکم دیں اور میں بیٹھا اپنا کام کرتا رہوں یہ کیسے ممکن تھا۔ بس فوراً دوڑا رشیدہ آپا کو بلانے!

رشیدہ آپا کے یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی بستر سے اٹھی ہیں اس لئے پہلے ہاتھ مونہہ دھوئیں گی۔ پھر ناشتہ کریں گی۔ پھر کہیں میرے ساتھ چلیں گی ——! دل میں تو آیا کہ واپس چلا جاؤں لیکن باجی کا حکم کیسے ٹالا جا سکتا تھا۔ کافی انتظار کے بعد رشیدہ آپا اپنی مصروفیات سے فارغ ہوئیں اور بولیں "چلو بھئی!" اور میں خاموشی سے ان کے ساتھ چلنے لگا۔ گھر پہنچے تو باجی غصے میں بھری بیٹھی تھیں "نواب زادی کو اب وقت ملا ہے! کہاں تھی اتنی دیر سے نالائق!"

"ہیں!" رشیدہ آپا نے حیرت سے باجی کی طرف دیکھا۔ نہ سلام نہ دعا چھوٹتے ہی شکایت! میں نے دل میں سوچا کہ ضرور آج کچھ دال میں کالا ہے! فوراً دروازے سے ہٹ گیا اور کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اندر کا ماجرا دیکھنے لگا۔

"اُف! بے حیا! تجھے شرم تک نہیں آتی —— میری طرف یوں دیدے پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہی ہے؟" باجی کہہ رہی تھیں۔

"کیا!" رشیدہ آپا کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔

"میں کہتی ہوں تو اتنی بے شرم کب سے ہو گئی ہے؟ تجھے بڑے چھوٹے کی کوئی تمیز نہیں"۔

رشیدہ آپا کو بھی غصہ آ گیا۔ "مونہہ سنبھال کر بات کرو نجمہ! میں بھی اسی طرح پیش آ سکتی ہوں۔ خود ہی نے بلایا اور اب ——"

"بدتمیز! میرے سامنے زبان کھولتی ہے۔ کل کی چھوکری اور زبان گز بھر کی۔ خبردار جو مونہہ سے ایک لفظ بھی نکالا۔ اپنے کو جانے کیا سمجھنے لگی ہو"

رشیدہ آپا غصہ کے مارے تھر تھر کانپنے لگیں۔ یکایک ان کا ہاتھ اٹھا اور باجی کے گال پر پہنچا۔ ایک تڑاخ کی آواز آئی اور "پاگل کہیں کی میں جا رہی ہوں۔ تم نے اپنی اصل صورت دکھا دی۔ قسم ہے جو میں کبھی تمہارے یہاں قدم رکھوں!

"نہیں ڈیر! تم آؤ گی اور ہمیشہ آؤ گی۔ میں تمہاری ہوں اور یہ مکان بھی تمہارا ہے۔ باجی جان نے رشیدہ آپا کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا۔

"چھوڑ دو میرا ہاتھ! مجھے زیادہ نہ بناؤ!" رشیدہ آپا نے خفگی سے کہا۔

"اب کیا بناؤں گی؟ تم تو بن ہو گئیں!" باجی مسکرا رہی تھیں۔

"کیا مطلب ——؟" رشیدہ آپا نے غصے اور حیرت کے ملے جلے الفاظ میں پوچھا۔

"مطلب یہ میری جان سے زیادہ پیاری رشیدہ کہ آج فرسٹ اپریل ہے اور تم ——!"

باجی نے قہقہہ لگایا "رشیدہ آپا، لیکن یہ بھی کوئی ڈھنگ ہے!" کہتی ہوئی صوفے میں دھنس گئیں۔

حسن جمال

ڈھول کا پول

باجی آج خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں اور بھئی کیوں نہ خوش ہوتیں۔ آج ان کی کہانی جو "کھلاڑی" میں چھپی تھی۔ اس سے پہلے بھی وہ

کئی کہانیاں بھیج چکی تھیں مگر ایک بھی نہ چھپ سکی تھی۔ اور آج تو اُن کی مراد بر آئی تھی۔

باجی، بھائی جان سے کہہ رہی تھیں "دیکھا! میں نہ کہتی تھی کہ اس مرتبہ میری کہانی ضرور چھپے گی۔" ہم لوگ بھی وہیں کھڑے تھے۔ ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ ہم سے بولیں "تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔ نہ پڑھنے کے، نہ کھیل کے۔ مجھے دیکھو۔ جب میں تمہارے برابر تھی تو برابر فرسٹ آتی تھی اور کھیل میں بھی آگے آگے رہتی تھی۔" (حالاں کہ باجی کبھی فرسٹ نہیں آئیں۔)

تین چار دن بعد ہی سے باجی کے پاس خط آنے لگے۔ باجی ہم لوگوں سے کہتیں "دیکھو میرے پاس کتنے تعریفی خط آرہے ہیں۔ اب برابر میری کہانیاں چھپا کریں گی۔" ہم لوگ سوچتے تھے کہ واقعی اب تو باجی بہت مشہور ادیب ہو جائیں گی۔ ایک دن پروگرام یہ بنا کہ باجی کے خط پڑھے جائیں کہ آخر لوگ تعریف میں لکھتے کیا ہیں۔ میں نے زیبا اور شجو کو بلایا اور کہا کہ دیکھو اگر کسی دن باجی اپنا بکس کھلا چھوڑ جائیں تو فوراً مجھے بتا دینا۔ پھر ان کے خط پڑھے جائیں گے۔

اتفاق سے دوسرے ہی دن باجی بکس میں تالا لگانا بھول گئیں اور کسی سہیلی کے یہاں چلی گئیں۔ بس پھر کیا تھا۔ ہم سب فوراً کمرے میں گئے۔ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ جلدی سے خط نکالے اور لفافے بکس میں واپس رکھ کر اپنے کمرے میں آگئے۔ لفافے اس لئے رکھ دئے تھے کہ اگر باجی واپس آجائیں تو سمجھیں کہ خط موجود ہیں۔ اس کے بعد جو ہم لوگوں نے خط پڑھنے شروع کئے ہیں تو بس مزا آگیا۔ لیجئے آپ بھی سنئے۔

یہ پہلا خط ایڈیٹر "پرستان" کا ہے۔ لکھتے ہیں:

محترمہ تسلیم!

آپ کی کہانی جو کہ "کھلاڑی" کے تازہ شمارے میں چھپی ہے وہی کہانی ہمارے تازہ شمارے میں بھی شائع ہوئی ہے۔ آپ کو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ آئندہ خیال رکھئے گا اور ایک کہانی ایک ہی رسالہ کو بھیجا کیجئے۔

آپ کا

ایڈیٹر "پرستان"

دوسرا خط تھا:

محترمہ تسلیم!

ہمیں بہت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آپ کی کہانی جو "کھلاڑی" میں چھپی ہے، ہمارے پچھلے سال کے ایک شمارہ سے چرائی گئی ہے۔ ہمیں آپ سے یہ اُمید نہ تھی۔ ہمیں آپ کا پتہ معلوم نہیں تھا اس لئے "کھلاڑی" کی معرفت خط لکھا ہے۔

نیازمند

ایڈیٹر "چاند"

تیسرا خط کھلاڑی کے ایڈیٹر کا تھا۔

محترمہ آداب!

آپ کی کہانی موصول ہوئی اور ہم نے چھاپ بھی دی اور اب اس غلطی کی سزا بھی بھگت رہے ہیں۔ ایک رسالہ کے ایڈیٹر نے ہمیں لکھا ہے کہ یہ کہانی ان کے یہاں بھی چھپ چکی ہے۔ ہمیں بہت افسوس ہے کہ ہم اب آئندہ آپ کی کوئی کہانی نہ چھاپ سکیں گے۔ اُمید ہے اب آپ کوئی اور کہانی بھیجنے کی زحمت نہ کریں گی۔

آپ کا

ایڈیٹر "کھلاڑی"

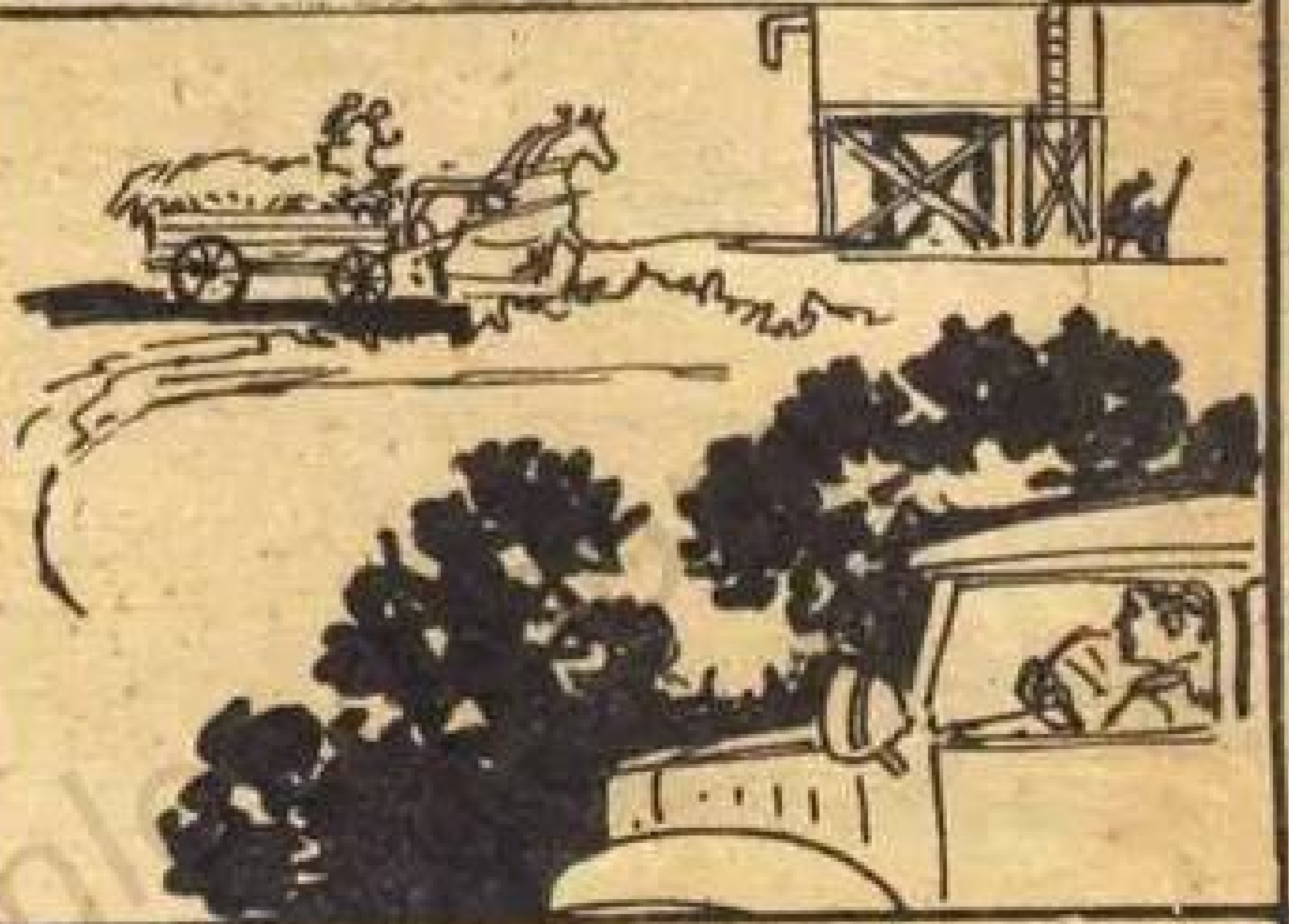
ابھی ہم سب یہ خط پڑھ کر قہقہے لگا ہی رہے تھے کہ باجی گرجتی ہوئی کمرے میں آئیں اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ آپ جانتے ہی ہیں۔ مگر ایک بات ضرور ہوئی کہ وہ دن اور آج کا دن اب باجی اپنی کہانی کہیں نہیں بھیجتیں۔

مسیح الدین علوی

سورج کا بہادر بیٹا شمسی عجیب قوتوں کا مالک

سولھویں قسط





شمسی نے جو کہا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ بدمعاشوں کی گھوڑا گاڑی کے پیچھے پیچھے ہی موٹر گاڑیاں بھی اونچی ٹنکی کے قریب پہنچ گئیں۔ مگر اس طرح کہ بدمعاشوں کو پولیس کی آمد کی خبر نہ ہو سکی۔



بدمعاش اب بڑے اطمینان کے ساتھ شراب کے پیپے گاڑی میں سے اتار اتار کر اندر لے جا رہے تھے اور پولیس خاموشی کے ساتھ پہاڑی کے پیچھے چھپی ہوئی یہ سب کارروائی دیکھ رہی تھی۔



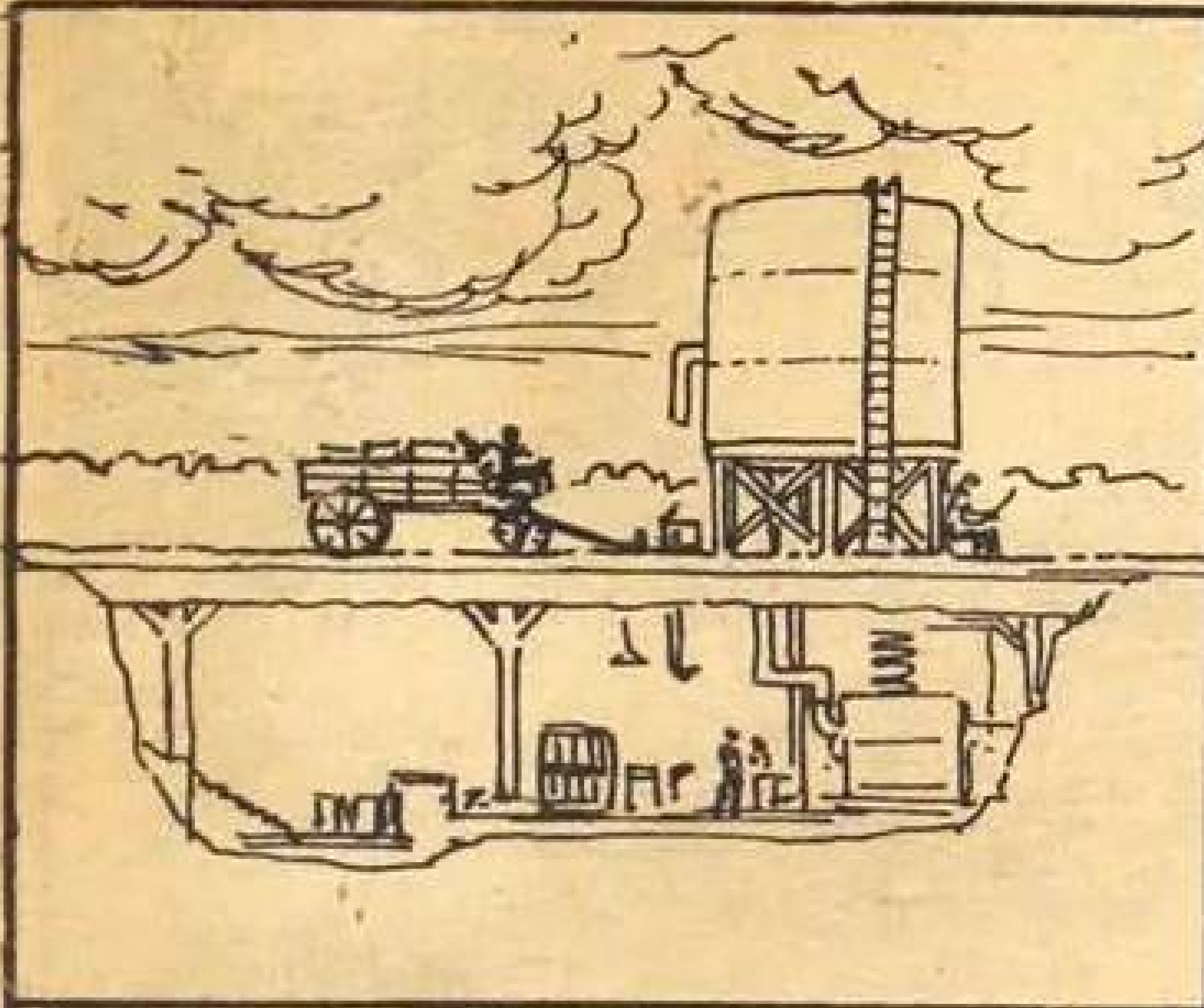
ٹھکانے کا پتہ تو لگ چکا تھا۔ مگر ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ شراب کس جگہ جمع کی جاتی ہے۔ پولیس تو اس ٹنکی کو پانی کی ٹنکی سمجھ رہی تھی۔ شمسی نے انسپکٹر سے کہا کہ وہ یہیں ٹھہرے وہ پتہ لگاتا ہے کہ شراب کہاں جمع کی گئی ہے۔



اتنا کہہ کر شمسی پہاڑی کے ایک کونے میں چلا گیا اور سب کی نظر بچا کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے، جسم کو سانس روک کر اوپر کی طرف اچھالا اور پھر وہ ہوا میں اوپر ہی اوپر اڑنے لگا



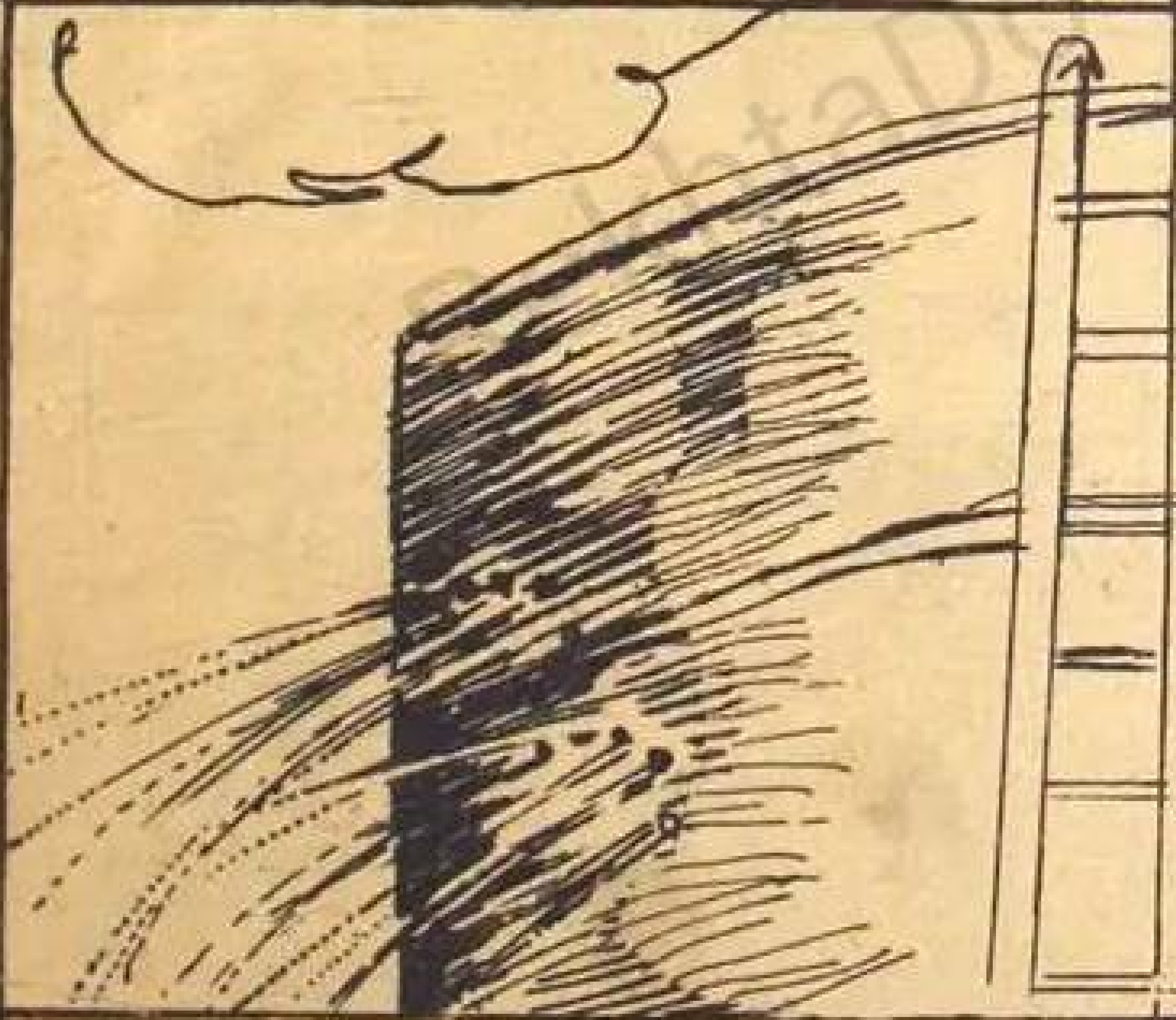
آسمان پر اس وقت گھٹا چھائی ہوئی تھی اور بجلی بار بار چمک رہی تھی۔ شمسی اُڑتے اُڑتے اُس جگہ پہنچ گیا جہاں پر ٹنکی تھی۔ اب اُس نے اوپر سے جھانک کر ٹنکی کو دیکھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اس میں پانی ہے!



ہوا زور سے چلنے لگی تھی۔ بجلی جلدی جلدی چمک رہی تھی۔ شمسی تیر کی طرح ٹنکی کی طرف جانے لگا۔ کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ ٹنکی کے نیچے ایک زمین دوز بیبارٹری بنی ہوئی ہے جہاں شراب پیپوں میں بھری جاتی ہے!



ٹنکی کے نیچے ایک چوکیدار بندوق ہاتھ میں لئے اونگھ رہا تھا۔ شمسی اتفاق سے اُسے دیکھنے لگا۔ یکایک ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور شمسی ٹنکی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ اُس نے جلدی سے اپنے ہاتھ آگے کر دیے۔



شمسی میں جو پوشیدہ طاقت تھی اُس کی وجہ سے اُس کی فولادی انگلیوں نے ٹنکی میں دس سوراخ کر دیے اور ان سوراخوں میں سے شراب کی دھاریں زمین پر گرنے لگیں۔





شمسی نے جلدی سے نیچے دیکھا۔ چوکی دار ابھی تک سو رہا تھا۔ اسے شرارت سوجھی اور اس نے لپک کر چوکی دار کے ہاتھ سے بندوق لے لی۔ بجلی زور سے کڑکی اور چوکی دار جاگ گیا۔ وہ سمجھا کہ بچے نے بندوق کھلونا سمجھ کر اٹھالی اور گولی چل گئی ہے!

مگر چوکی دار کو کیا معلوم کہ کیا ہوا۔ وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ گولی نے ٹنکی میں سوراخ کر دئے اور شراب بہنے لگی۔ اس بات پر اسے غصہ آیا اور وہ شمسی کو پکڑنے کے لئے اس کی طرف بھاگا۔





اب بڑے مزے کا کھیل شروع ہو گیا۔ شمسی آگے آگے اور چوکی دار پیچھے پیچھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ دو چار قدموں میں شمسی کو پکڑ لے گا۔ مگر شمسی اپنی پوشیدہ طاقت کی وجہ سے ہر بار اس سے آگے نکل جاتا۔

شمسی بار بار پیچھے مڑ کر چوکی دار کو دیکھتا ہوا آگے بھاگا جا رہا تھا کہ اچانک گھوڑا گاڑی سامنے آ گئی۔ شمسی اس سے بری طرح ٹکرایا اور پھر فوراً بے ہوش ہو گیا۔ چوکی دار اب اس کے قریب آ چکا تھا۔

پھر کیا ہوا؟ — چوکی دار نے کیا کیا۔ شمسی کا کیا بنا؟
یہ جاننے کے لئے مئی ۱۹۶۳ کا کھلونا ضرور پڑھنا

سالنامہ ۱۹۶۴ میں شائع ہونے والے
انعامی مقابلوں کے



نتیجہ "ساتھی"   صحیح جواب : ہاتھی

سالنامہ کھلونا جنوری ۱۹۶۴ء میں شائع ہونے والے مقابلہ "ساتھی" کا صحیح جواب صرف ۸۴ بہن بھائیوں نے بھیجا ہے۔ قرعہ اندازی کے ذریعہ دس بہن بھائیوں کو ایک ایک روپیہ مٹھائی کھانے کے لئے دیا جاتا ہے۔

انعام پانے والے

۱۔ آنند پرکاش سکسینہ ۴ جی ۱۶ پیرزادہ، مرادآباد

۲۔ عطیہ سلطانہ مکان نمبر ۴۷-۸-۰، اوپر بازار، سنگاریڈی، ضلع میدک

۳۔ ثریا بیگم، کتابی دنیا، نظیرآباد، لکھنؤ

۴۔ شہناز جہاں ۱۲۶۰ گلی جامن والی، کلاں محل، دہلی

۵۔ محمد ادریس، ضیا منزل، سرائے نواب، علی گڑھ

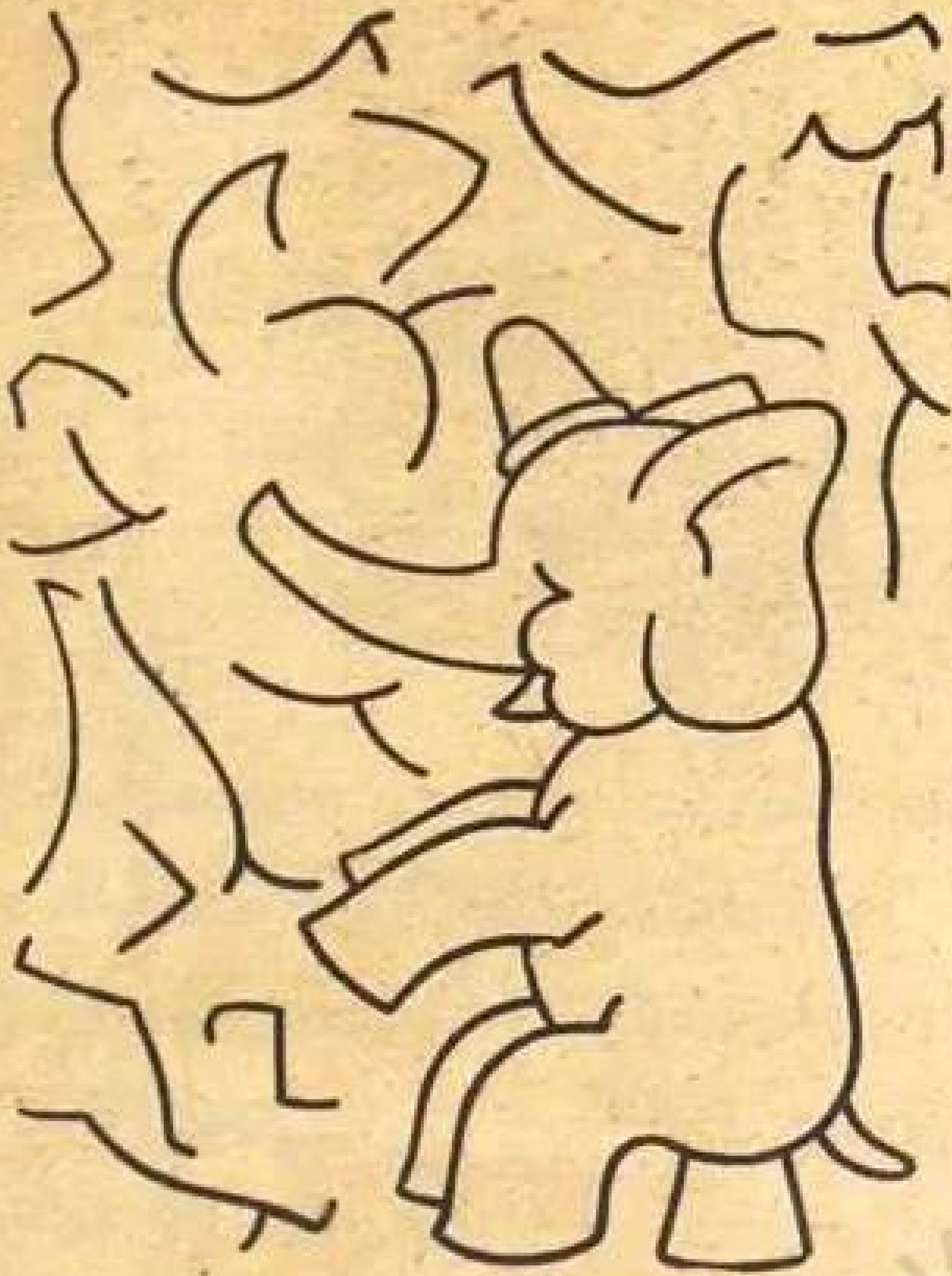
۶۔ سید شرف علی جعفری ۵۵/۹۸ پیچ باغ، کان پور

۷۔ رخسانہ سحر ملک منزل، خورجہ، بلند شہر

۸۔ راشد مصطفیٰ معرفت کوثر حسین، محلہ قبول پورہ، بدایوں

۹۔ قاضی نعیم حسن معرفت قاضی نصیر حسن، وارث منزل، دودھ پور، علی گڑھ

۱۰۔ محمد افضل ولد محمد علی جنرل مرچنٹ، بڑا تالاب روڈ، آنیکل، ضلع بنگلور



نتیجہ جانی پہچانی چیزیں

جواب:۔ ٹوتھ برش کے ریشے، سیفٹی پن، ٹماٹر، چابی، انگشتانہ، بلب، زپ، کنگھے کے دانت، موم بتی کا دھاگا،

سالنامہ میں شائع ہونے والے مقابلہ "جانی پہچانی چیزیں" کے ڈیڑھ سو جوابات موصول ہوئے جن میں صرف ایک بھائی نے تو صحیح جواب بھیجا باقی سات بہن بھائی سات چیزوں ہی کے نام بتا سکے۔ انہیں بھی ہم ایک ایک روپیہ مٹھائی کھانے کے لئے بھیج رہے ہیں،

انعام پانے والوں کے نام

۱۔ قاضی نعیم حسن معرفت قاضی نصیر حسن، وارث منزل، دودھ پور، علیگڑھ (صحیح جواب)

۲۔ ایس۔ ایم ظفر حسینی معرفت ایس۔ ایم سلیمان حسینی پرسنل اسسٹنٹ صرف خاص بھوپال

۳۔ محمد سلمان منصور غازی، ۸۰/۸۶ محمد علی روڈ، بمبئی ۳

۴۔ نظام الدین انصاری این ریلوے کوآپریٹو شاپ، جنکشن اسٹیشن، بریلی

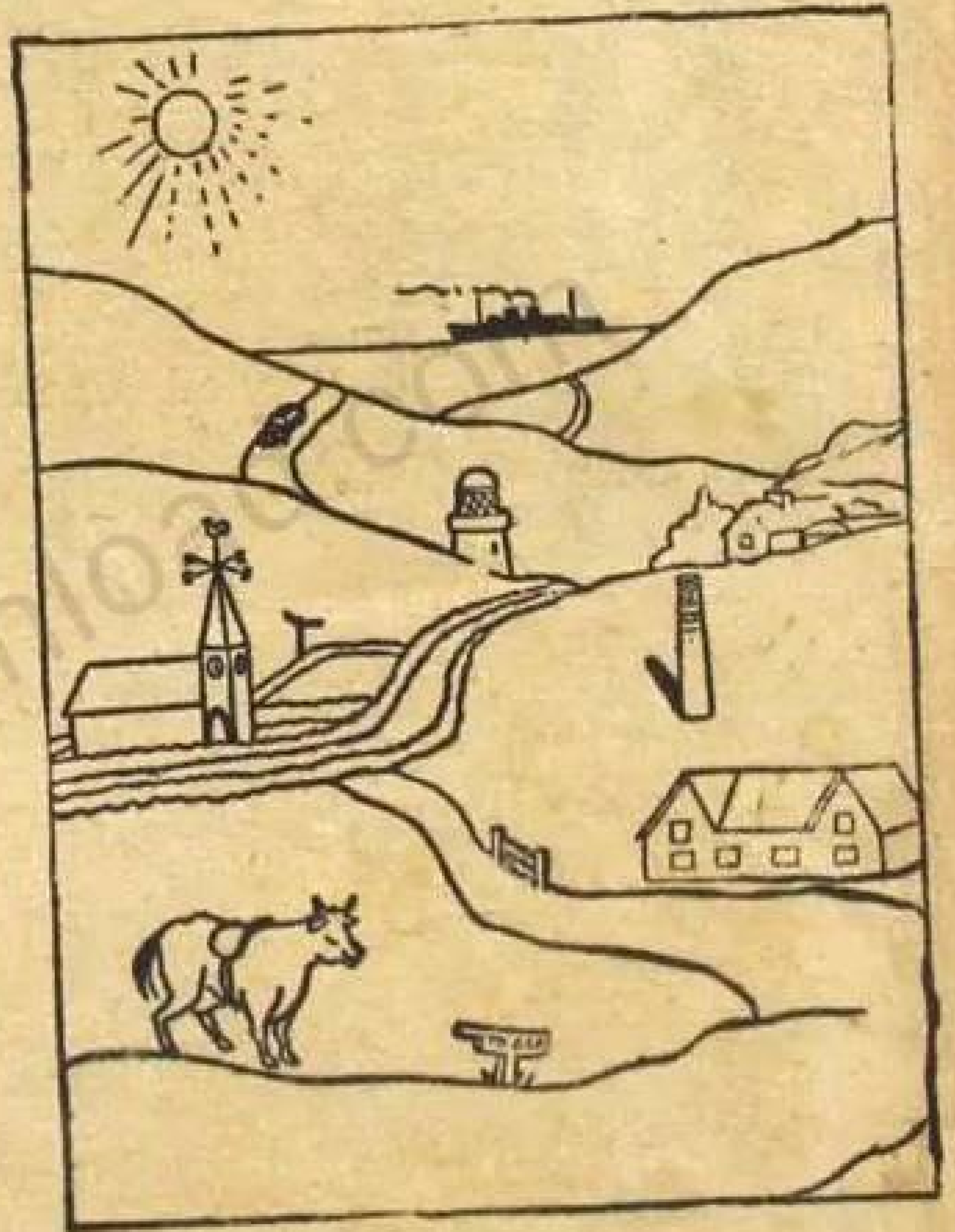
۵۔ محبوب عابد معرفت عابد علی خاں ریڈیو ڈیلرس، محلہ گوریا تالاب، متصل تھانہ، رامپور

۶۔ عابد اشرف معرفت نیو بک ہاؤس، مئو ناتھ بھنجن، اعظم گڑھ

۷۔ نزہت عائشہ بیگم شفیق منزل، گاڑی خانہ، فتح گڑھ

۸۔ فرحت جبیں معرفت سید ضمیر احمد جوڈیشل آفیسر، کٹرہ ابو تراب، لکھنو

نتیجہ غلط تصویر

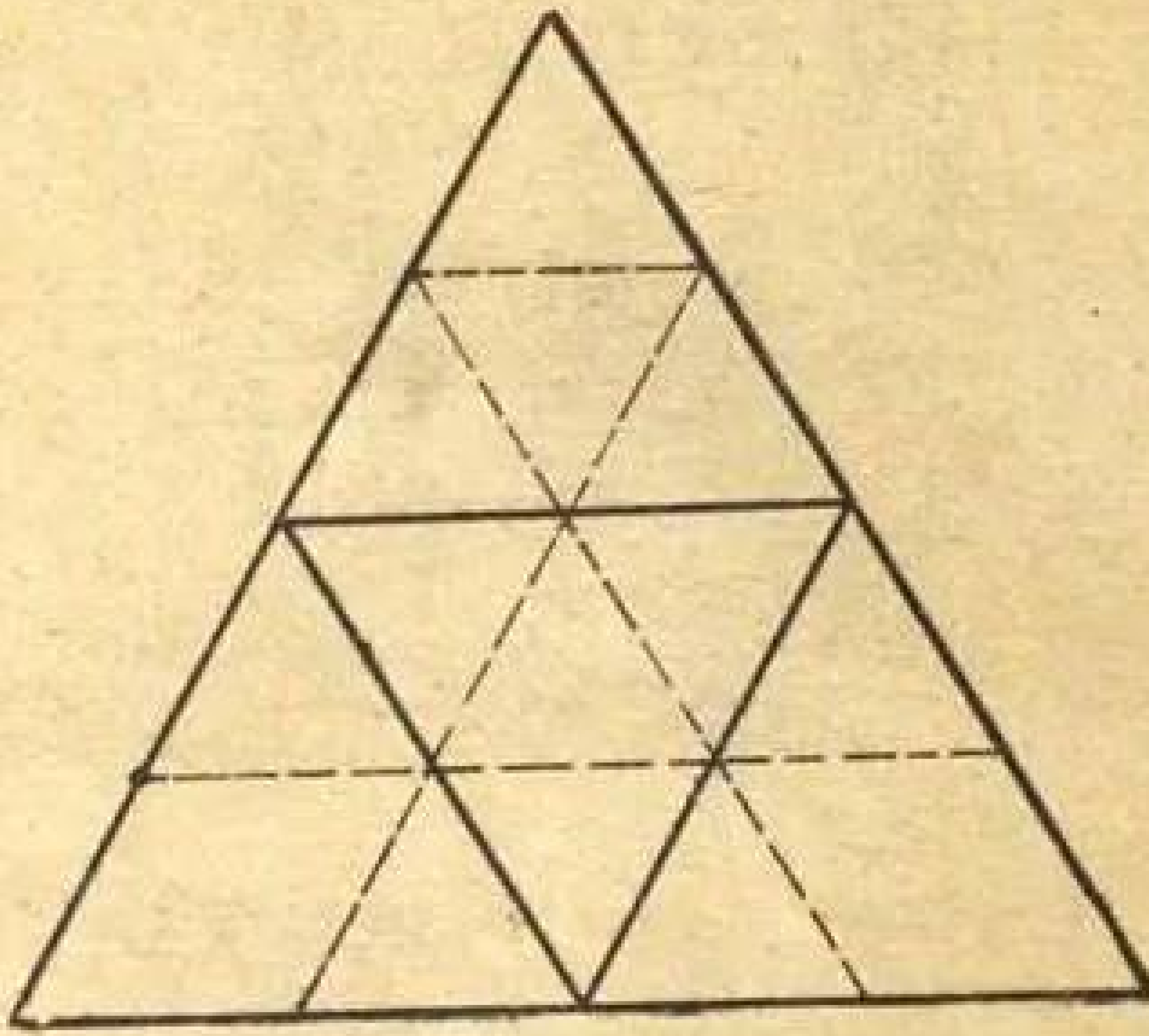


غلطیاں: گائے کی دم غلط ہے۔ گائے کے اوپر زین غلط ہے۔ سمندر بتانے کا نشان غلط ہے۔ مکان کا دروازہ نہیں۔ مکان کا پھاٹک بغیر چہار دیواری لگا ہوا ہے۔ لائٹ ہاؤس غلط جگہ پر ہے۔ جہاز کا دھواں غلط سمت کو اڑ رہا ہے۔ چوراہے کا نشان غلط جگہ پر ہے۔

سالنامہ میں شائع ہونے والے مقابلہ "غلط تصویر" کا صرف ایک بھائی نے صحیح جواب دیا اس لئے ایک روپیہ مٹھائی کھانے کے لئے انہیں کو دیا گیا۔ نام و پتہ یہ ہے:

شاہد حسین صدیقی، ۱۹۷/۱۱ عارف منزل، محلہ مقبرہ، سول لائنز، کانپور

نتیجہ سولہ کا چکر



انعامی مقابلہ "سولہ کا چکر" کے جو سالنامہ میں شائع ہوا تھا ۱۹۲ صحیح حل موصول ہوئے۔ ان میں سے دس خوش نصیبوں کو قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک ایک روپیہ مٹھائی کھانے کے لئے دیا جا رہا ہے۔

انعام پانے والے بہن بھائی

۱۔ محمد شکیل احمد ۲۲، امبگان روڈ، ساکچی، جمشید پور

۲۔ تصدق علی خاں ۲۸، افغانان، امروہہ، مراد آباد

۳۔ نسیم عالم ۲۲/۱۰، بیکن گنج، کانپور

۴۔ شہناز بیگم دختر فیض الحسن بی۔ اے، کٹرہ پٹھانان، فیروز آباد، آگرہ

۵۔ قاضی نعیم حسن معرفت قاضی نصیر حسن، وارث منزل، دودھ پور، علی گڑھ

۶۔ رخسانہ سحر، ملک منزل، خورجہ ضلع بلند شہر

۷۔ شبیر احمد معرفت محمد حنیف یحییٰ، مکان نمبر ۹۲۴ تکیہ کی مسجد، محلہ قلعہ، مالیگاؤں

۸۔ آنند پرکاش سکسینہ، جی ۱۹/۲ محلہ پیر زادہ، مراد آباد

۹۔ غلام رسول مکان نمبر ۹۰۵ زیر مالا اسمٰعیل فتح محمد، محلہ نیل باغ، مالیگاؤں

۱۰۔ سید صبیح الدین، وزیر منزل، میرس روڈ، علی گڑھ

نتیجہ میٹھی پہیلی نمبر ۴۹



میٹھی پہیلی نمبر ۴۹ جو فروری کے کھلونا میں شائع ہوئی تھی اس کا صحیح جواب صرف آٹھ بہن بھائی دے سکے۔ ان کو مٹھائی کھانے کے لئے ایک ایک روپیہ بھیجا جا رہا ہے:

انعام پانے والے خوش نصیب

۱۔ پی۔ وائی خاں معرفت ایم سلیمان، ۵۴ کائی پورہ، ۱۰، اسٹریٹ، بمبئی ۸

۲۔ نزہت عائشہ بیگم، شفیق منزل، گاڑی خانہ، فتح گڈھ

۳۔ وسیم حسن معرفت ہاشم حسن، ۱۴، ولی اللہ لین، کلکتہ ۱۶

۴۔ عبدالواحد یعقوب، ۲ راج موہن اسٹریٹ، کلکتہ ۱

۵۔ فاطمہ عمر معرفت عمر اسمٰعیل ۵ رچرڈس اسکوائر، بنگلور نمبر ۱

۶۔ سید علی جاوید زیدی معرفت سید اعجاز علی زیدی، پکار بیکری، ڈنکن روڈ ہاسپٹل اسٹریٹ بمبئی

۷۔ پرویز احمد معرفت یونائیٹڈ کارڈ بورڈ بوس انڈسٹریز نمبر ۱ مندرا اسٹریٹ، کلکتہ ۷

۸۔ نسرین بیگم ۳ بی، مین گارڈ، کراس روڈ، بنگلور نمبر ۱

صحیح جواب :۔ ۱ اور ا، ۲ اور س، ۳ اور ج، ۴ اور د، ۵ اور ب

نتیجہ میٹھی پہیلی نمبر ۵۰

مارچ کے کھلونا میں جو پہیلی شائع ہوئی تھی اس کا بالکل صحیح جواب کوئی بھائی بہن نہ دے سکا۔ صرف پانچ بہن بھائی اس پہیلی کے صحیح حل کے قریب پہنچے ان کو ایک ایک روپیہ مٹھائی کھانے کے لئے دیا جا رہا ہے۔





انعام پانے والوں کے نام

۱۔ نورالنورین صدیقی، نمبر ۱۳، رام شنکر رائے لین، کلکتہ ۱۴

۲۔ سجاد ظفر معرفت حکیم سید محمد صاحب، افغانان اسٹریٹ، دھام پور

۳۔ عائشہ خاتون نمبر ۱۸۵، بدھوار، جوہر چوک مالیگاؤں، ضلع ناسک

۴۔ غلام صابر، مسلم ہوٹل، جوہر چوک، مالیگاؤں، ضلع ناسک

۵۔ شجاعت علی معرفت جنتا ہیر کٹنگ سیلون، چوراہا گریک گنج، سیتاپور

صحیح جواب میٹھی پہیلی نمبر ۵۰

دونوں تصویروں میں یہ چیزیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں

۱۔ بائیں سے دوسرے تیر کا رخ ۲۔ صلیب کی شکل کی کھڑکی کا نچلا دائرہ ۳۔ حملہ آور آدمیوں میں بائیں سے تیسرے آدمی کے چہرہ کا انداز ۴۔ سیڑھی پر سب سے اوپر والے آدمی کی تلوار ۵۔ سیڑھی کا نیچے سے اوپر کا ڈنڈا ۶۔ فصیل توڑنے والے گرز کی بائیں طرف کی موٹائی ۷۔ دائیں ڈیرے کا جھنڈا ۸۔ قلعہ کے پیچھے، دور کی پہاڑی کا ڈھال ۹۔ قلعہ کے محافظ کے گرز کے کانٹے ۱۰۔ کالے پھول کی پنکھڑیاں۔